غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم۔ فل (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

پیرزادہ جنید امین

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 14 MPhil/IS/F21

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

2025-2021ء

غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔ فل (علوم اسلامیہ)**

مقالہ نگار

پیرزادہ جنید امین

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

ایم۔ فل علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(پیرزادہ جنید امین © 2025)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی اف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ**

Rights and Responsibilities of Non-Muslim Citizens: An Analytical Study of the Relevant Provisions of the Charter of Medina and the Constitution of Pakistan

نام ڈگری: **ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ**

نام مقالہ نگار: پیرزادہ جنید امین

رجسٹریشن نمبر: 14 MPhil/IS/F21

ڈاکٹر عبدالرؤف

(نگران مقالہ) ________________________ دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ________________________ دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

(ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ________________________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ________________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration form)

میں <u>پیرزادہ جنید امین</u> ولد

پیرزادہ شمس الامین

رول نمبر: MP-IS-F21-303 رجسٹریشن نمبر: 14 MPhil/IS/F21

طالب علم، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ**

<u>Rights and Responsibilities of Non-Muslim Citizens: An Analytical Study of the Relevant Provisions of the Charter of Medina and the Constitution of Pakistan</u>

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور **<u>ڈاکٹر عبدالرؤف</u>** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے/واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: <u>پیرزادہ جنید امین</u>

دستخط مقالہ نگار: ____________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، نمل، اسلام آباد

Rights and Responsibilities of Non-Muslim Citizens: An Analytical Study of the Relevant Provisions of the Charter of Medina and the Constitution of Pakistan

Abstract

The rights and obligations of non-Muslim minorities in Muslim-majority societies have long been a subject of academic and legal discourse. In recent years, concerns about the treatment of non-Muslims in Islamic societies have gained international attention, particularly regarding issues of legal protection, religious freedom, and social inclusion. This study examines the legal, historical, and theological foundations of non-Muslim rights within Islamic jurisprudence, with a special focus on the *Constitution of Medina* and its implications for contemporary Muslim societies. Using Pakistan as a case study, the research explores how the country's constitutional framework addresses the rights of non-Muslims, analyzing its alignment with Islamic principles and international human rights standards. The study employs a comparative legal analysis, evaluating the provisions of the *Constitution of Medina* and Pakistan's legal structure to identify similarities, differences, and areas for reform. It investigates key challenges faced by non-Muslim minorities in Pakistan, including legal protections, socio-political representation, and instances of discrimination or marginalization. By conducting a thorough examination of historical Islamic governance models and their application in modern nation-states, this research seeks to contribute to a more nuanced understanding of religious coexistence in contemporary Muslim societies. The findings highlight the need for stronger legal mechanisms to ensure the full implementation of constitutional protections for non-Muslims, addressing both theoretical and practical gaps. The study concludes with recommendations for legal and policy reforms aimed at fostering interfaith harmony, social justice, and equitable rights for all citizens, regardless of religious affiliation. By bridging historical Islamic frameworks with modern legal systems, this research aspires to provide meaningful insights into the evolving discourse on minority rights in Muslim-majority states.

Keywords: Madina Charter, Constitution of Pakistan, constitutional guarantees, implementation, discrimination, violence.

فہرست مضامین بالترتیب

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
vi	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	.1
V	حلف نامہ (Declaration)	.2
vi	مخلص (Abstract)	.3
VII	فہرست عنوانات (Table of Contents)	.4
ix	اظہارِ تشکر (Acknowledgements)	.5
x	انتساب (Dedication)	.6
۱	**باب اول:** مقالہ کے تعارفی مباحث	.7
۲	**فصل اول:** تعارف اور بیان مسئلہ	.8
۴	**فصل دوم:** سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ، اور جواز تحقیق	.9
۱۱	**فصل سوم:** مقاصدِ تحقیق، سوالات تحقیق، دائرہ کار، اور منہج تحقیق	.10
۱۴	**باب دوم:** باب دوم: مذاہب عالم میں حقوق و فرائض کا تصور	.11
۱۵	فصلِ اوّل: حقوق و فرائض کا مفہوم	.12
۲۳	فصلِ دوم: اسلام کا تصورِ حقوق و فرائض	.13
۴۱	فصل سوم: مختلف مذاہب کا تصورِ حقوق و فرائض	.14

15.	**باب سوم: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض**	۵۷
16.	فصل اول: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض	۶۰
17.	فصل دوم: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق	۸۴
18.	**باب چہارم: پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو درپیش مسائل**	۱۰۳
19.	فصل اول: غیر مسلم شہریوں کے مذہبی اور معاشرتی مسائل	۱۰۵
20.	فصلِ دوئم: غیر مسلم شہریوں کے سیاسی و معاشی مسائل	۱۴۳
21.	خلاصہ بحث	۱۸۹
22.	نتائج تحقیق	۱۹۱
23.	تجاویز و سفارشات	۱۹۳
24.	فہارس	۱۹۴
25.	فہرست قرآنی آیات	۱۹۵
26.	فہرست آحادیث	۱۹۸
27.	فہرست مصادر و مراجع	۲۰۰

اظہار تشکر (Acknowledgements)

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اس کائنات کو وجود بخشا اور درود و سلام ہو رسول اللہ ﷺ کی ذات پر جو تمام عالم کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، اللہ رب العزت کا بہت کرم مجھ پر جس نے مجھ جیسے گناہ گار کو حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشا اور بے شمار نعمتوں کے ساتھ حصولِ علم کے شوق سے نوازا۔

اللہ رب العزت نے مجھ پر احسان فرمایا اور دین کی تعلیم و تعلم کے ساتھ نسبت عطا فرمائی، اور تعلیمی سلسلے کا یہ ایک بڑا مرحلہ محض اپنے فضل و کرم سے مکمل کروایا۔ میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کئی راتیں آنکھوں میں کاٹ کر مجھے پالا پوسا، جوان کیا، علم سے روشناس کروایا اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی تو ان کے مصلے بچھ گئے اور میرے واسطے دعا کے لیے ہاتھ اٹھ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج میں ایم فل کی سطح کا تحقیقی مقالہ لکھ کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

میں نے اس تحقیقی مقالے میں غیر مسلم شہریوں کے اسلامی نقطہء نظر سے حقوق و فرائض کے حوالے سے کام کیا ہے۔ یقیناً یہ کام بہت مشکل اور جدید نوعیت کا تھا، جس میں اللہ تعالی نے مجھے سرخرو کیا۔ اس کام کی تکمیل کے لیے میں اپنے نگران ڈاکٹر عبد الرؤف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے مقالے کی نگرانی کی اور تحریر مقالہ کے لیے درجہ بدرجہ رہنمائی فرمائی۔ میں نمل یونیورسٹی کا ممنون ہوں کہ اس ادارے نے مجھے مقالہ لکھنے کا موقع فراہم کیا اور میں صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت ڈاکٹر ریاض احمد سعید صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔

علاوہ ازیں میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا مشکور ہوں مقالہ کو مکمل کرنے میں ہر قدم پر میری مدد کی۔ اور اپنے تمام گھر والوں اور رشتہ داروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی حوصلہ افزائی کی بنا پر میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا۔

انتساب (Dedication)

میں اپنا یہ مقالہ اپنے والدین اور اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی دعائیں، رہنمائی اور مدد کی بدولت یہ تحقیقی کام مکمل ہو سکا۔

باب اول: مقالہ کے تعارفی مباحث

فصل اول: تعارف، ضرورت واہمیت اور بیان مسئلہ

فصل دوم: سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ، جواز تحقیق

فصل سوم: مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، منہج تحقیق

مقالہ کے تعارفی مباحث

فصل اول: تعارف، ضرورت واہمیت اور بیان مسئلہ

ا۔موضوع تحقیق کا تعارف(Introduction to the Topic)

غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور فرائض کا مسئلہ پاکستان سمیت مسلم ممالک میں کئی سالوں سے انتہائی تشویش کا موضوع بنا ہوا ہے۔ مسلم معاشروں میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک بھی ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے، جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی مختلف تنظیموں اور دیگر گروپوں کی طرف سے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور ظلم و ستم کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اسلام میں، غیر مسلموں کے حقوق و فرائض قرآن کے اصولوں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحت تفصیلا بیان ہوئے ہیں۔ میثاق مدینہ، جسے مدینہ کا آئین بھی کہا جاتا ہے، ایک تاریخی دستاویز ہے جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ میں رہنے والی مختلف برادریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا تھا۔ یہ دستاویز اسلامی معاشروں میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک کے نمونے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف پاکستان کا آئین ایک جدید قانونی ڈھانچہ ہے جو پاکستان کے تمام شہریوں بشمول غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے۔ پاکستان کی ایک بھرپور اور متنوع تاریخ ہے، جس میں غیر مسلم آبادی نمایاں ہے جس میں ہندو، عیسائی، سکھ اور دیگر مذہبی گروہ شامل ہیں۔ پاکستان کا آئین اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، اور ملک کی حکومت اور عوامی اداروں میں اقلیتوں کی نمائندگی کا بندوبست کرتا ہے۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو ملنے والے قانونی تحفظات کے باوجود عملی طور پر ان کمیونٹیز کے ساتھ سلوک کے بارے میں انسانی حقوق کی مختلف تنظیموں کی طرف سے خدشات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں غیر مسلموں کے ساتھ امتیازی سلوک اور ظلم و ستم کے واقعات رپورٹ ہوئے ہیں اور غیر مسلموں پر تشدد اور جبری تبدیلی مذہب کے الزامات بھی سامنے آئے ہیں۔

ان خدشات کے پیش نظر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور فرائض کے بارے میں مزید گہرائی سے تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ ان حقوق وفرائض کو عملی طور پر کس حد تک برقرار رکھا جارہا ہے۔اس تحقیق کا مقصد میثاق مدینہ اور پاکستان کے آئین کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ کر کے مسئلے کی بہتر تفہیم میں حصہ ڈالنا ہے۔

اس تحقیق کا مقصد پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور فرائض کے مکمل نفاذ میں قانونی اور سماجی رکاوٹوں کی نشاندہی کرنا اور ان حقوق اور فرائض کے تحفظ کو بہتر بنانے کے لیے پالیسی سفارشات فراہم کرنا ہے۔ایسا کرنے سے،اس تحقیقی موضوع کا مقصد مسلم معاشروں میں اقلیتی حقوق کے مسئلے پر جاری بحث میں حصہ ڈالنا ہے،اور پالیسی سازوں،ماہرین تعلیم اور وسیع تر عوام میں اس مسئلے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بیداری اور تفہیم کو فروغ دینا ہے۔

۲۔بیانِ مسئلہ یامسئلہ تحقیق کی وضاحت(Statement of the Problem)

جیسا کہ جوازِ تحقیق میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ موجودہ معاشرتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اقلیتوں کے حقوق کا بھی ہے جس میں بُنیادی عنصر مذہبی تعلیمات کو صحیح طور نہ سمجھنا ہے،جس کی وجہ سے بعض اوقات غیر مسلم اقلیتوں کو حق تلفی کا سامنا کرنا پڑتا ہے،جس کے نتیجے میں غیر مسلموں کے ذہن میں اسلامی تعلیمات کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں،اس کو رفع کرنے کے لیے موضوعِ تحقیق کو چُنا گیا۔ جبکہ مقالہ ہٰذا میں محقق چند اعتبارات سے اپنی تحقیق کو نئے انداز اور طرزِ تحقیق کے ذریعے مسئلہ زیرِ بحث کو پیش کیا گیا جس کے چند نمایاں نکات درج ذیل ہیں:

☆ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق وفرائض کی تحقیق کی گئی۔

☆مسئلہ زیرِ بحث کا میثاقِ مدینہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا۔

☆مسئلہ زیرِ بحث کو دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کی روشنی میں پیش کیا گیا۔

☆مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق مذکورہ بالا دستاویزی مواد (میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان) کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا گیا۔

☆مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق معاشرے میں موجود غیر مسلم اقلیتوں سے مل کر باہمی تبادلہ خیال کرتے ہوئے اُن کے موجودہ مسائل کو سامنے لایا گیا۔

فصل دوم: سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ، اور جواز تحقیق

ا۔ موضوعِ تحقیق سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:(Literature Review)

محقق نے زیرِ بحث موضوع کا انتخاب کیا تو مختلف کتب خانوں، لائبریریوں، علمی شخصیات سے استفادہ اور انٹرنیٹ پر موجود مختلف مکاتب فکر کی کتب اور ریسرچ پیپرز دیکھے۔ ان میں قابلِ ذکر تحقیقات مندرجہ ذیل ہیں۔

مقالات:

ا۔ اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق (تحقیقی و تقابلی جائزہ) از محمد مدثر" ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (2020)، جامعہ نمل اسلام آباد (2020ء)، میں اسلامی ریاست اور مغربی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل حقوق کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں دونوں نظاموں کے حقوق کی تفصیل بیان کی گئی ہے، لیکن موجودہ دور کے غیر مسلموں کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ مقالے کا محور ماضی اور نظریاتی تقابل پر رہا، جس میں جدید دور کے مسائل کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

۲۔ "اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری از ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ، پی ایچ ڈی (2018ء)، جامعہ پنجاب لاہور، میں اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق پر اجمالی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے، لیکن آئینِ پاکستان کے حوالے سے ان حقوق کا تفصیلی تجزیہ پیش نہیں کیا گیا۔ اس تحقیق کا مقصد اسلامی ریاست کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو واضح کرنا تھا، تاہم آئینِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کے ساتھ موازنہ شامل نہیں کیا گیا۔

۳۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق: قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ، عشرت حسین بصری، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، (2008)، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، اس مقالے میں مصنف نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی بنیاد پر اقلیتوں کے حقوق کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ تحقیق کا مرکزی موضوع اسلامی اصولوں کے مطابق اقلیتوں کو دیے جانے والے حقوق ہیں، اور یہ جانچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح یہ حقوق پاکستان کے موجودہ قانونی اور سماجی نظام میں نافذ کیے جا رہے ہیں۔ اس مقالے میں قرآن وسنت کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کی تشریح اور ان کے عملی نفاذ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

۴۔اسلام میں اقلیتوں کے حقوق خصوصا پاکستان، حیدر شاہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی(2006)، بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی، اس تحقیقی کام میں مصنف نے پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کے حقوق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، جس میں خاص طور پر اس بات پر غور کیا گیا ہے کہ کیا پاکستان میں اسلامی شریعت کے تفویض کردہ اقلیتوں کے حقوق کو عملی طور پر نافذ کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ مقالے میں اسلامی قانون کے اصولوں کو تاریخی اور موجودہ تناظر میں پرکھا گیا ہے تاکہ پاکستان میں اقلیتوں کی صورت حال کا معروضی جائزہ پیش کیا جا سکے۔

مقالہ جات:

۵۔"اسلام اور مغربی معاشروں میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی مطالعہ"،ڈاکٹر خالد محمود، مجلہ اسلام اور قانون، جامعہ اسلامیہ، 2015۔ڈاکٹر خالد محمود کے اس مقالے میں اسلامی اور مغربی معاشروں میں اقلیتوں کے حقوق کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالے میں اسلامی اصولوں اور مغربی قوانین کے تحت اقلیتوں کے حقوق کے فرق اور مماثلتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں اسلامی ریاستوں میں اقلیتوں کو دیے جانے والے سماجی، قانونی، اور مذہبی حقوق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے دونوں نظاموں کے مختلف پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔

٦۔اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، تحقیقی مقالہ، مولانا منیر احمد، ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور، اپریل/مئی ۱۹۷۷ء، اس مقالے میں مصنف نے اسلامی ریاست کے تناظر میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا ذکر کیا ہے، جس میں اسلامی تعلیمات اور تاریخی اسلامی ریاستوں کی مثالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اقلیتوں کو دیے گئے حقوق کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالے کا مقصد اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی سماجی اور قانونی حیثیت کو اجاگر کرنا ہے، تاہم یہ بحث جامع کی بجائے اختصاری نوعیت کی ہے۔

۷۔اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جان و مال کا تحفظ، مولانا عبدالرؤف، ہفت روزہ ترجمان القرآن، لاہور، 1985۔ مولانا عبدالرؤف کا یہ تحقیقی مقالہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے شریعت کے احکامات پر مبنی ہے۔ مقالے میں اسلامی قانون کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کو دیے گئے قانونی تحفظات اور ان کے عملی نفاذ کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے تاریخی اسلامی ریاستوں کی مثالیں دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام میں غیر مسلم شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کو کس طرح یقینی بنایا گیا تھا۔

۸۔ **اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور پرامن بقائے باہمی: عدالت عظمٰی کے فیصلے کا علمی جائزہ** از حبیب رحمان اور محمد اصغر شہزاد اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر روشنی ڈالتا ہے، خاص طور پر پاکستان کی سپریم کورٹ کے فیصلے کے تناظر میں۔ اس مقالے میں مصنفین نے عدالت عظمٰی کے فیصلے کا تجزیہ کیا ہے جس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے اہم نکات کو اجاگر کیا گیا تھا۔ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح اسلامی شریعت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے، اور ان حقوق کے لیے عدلیہ کی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنفین نے اس فیصلے کے پس منظر اور اس کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بتایا کہ کس طرح ایک اسلامی ریاست میں اقلیتی کمیونٹی کو مذہبی آزادی، معاشرتی برابری، اور قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اس مقالے میں عدالت کے فیصلے کی روشنی میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں رواداری اور امن کے قیام کے لیے قانونی اور اخلاقی اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہ تحقیق اسلامی معاشرت میں اقلیتوں کے حقوق کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے اور پاکستان میں عدلیہ کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔

۹۔ "Minorities Rights in Islamic Laws and United Nations Convention of Minorities: A Comparative Study" از محمد مدثر اور ریاض احمد سعید اسلامی قوانین اور اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے اقوام متحدہ کے کنونشن کا موازنہ کرتی ہے۔ اس تحقیق میں مصنفین نے اسلامی شریعت اور اقوام متحدہ کے اقلیتوں کے حقوق کے معاہدوں کے درمیان مماثلتوں اور فرقوں کا تجزیہ کیا ہے۔ آرٹیکل میں وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح اسلامی قوانین غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں، جن میں مذہبی آزادی، جان و مال کا تحفظ اور انصاف کی فراہمی شامل ہے، اور یہ کہ کس طرح اقوام متحدہ کے کنونشن بھی ان حقوق کو عالمی سطح پر تسلیم کرتا ہے۔ مصنفین نے دونوں نظاموں کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ دونوں میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے بنیادی اصول کس طرح مشترک ہیں۔ یہ تحقیقی مقالہ اسلامی قوانین اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے تناظر میں ایک اہم اور مفید مطالعہ فراہم کرتا ہے۔

کتب:

۱۰۔اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض،ڈاکٹر یوسف القرضاوی،ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2017، اس کتاب میں مصنف نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔کتاب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلامی ریاستوں میں غیر مسلموں کو نہ صرف مذہبی آزادی دی گئی ہے بلکہ ان کے جان ومال اور عزت کی بھی حفاظت کی گئی ہے۔ڈاکٹر قرضاوی نے اسلامی معاشرتی نظام کے اندر غیر مسلموں کے مقام اوران کے حقوق وفرائض کو قرآنی احکامات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

۱۱۔اقلیتوں کے حقوق اور اسلامی معاشرت،ڈاکٹر فریدالدین،الفیصل پبلشرز، کراچی، 2014۔ڈاکٹر فریدالدین کی یہ کتاب اقلیتوں کے حقوق کے موضوع پر ایک جامع مطالعہ ہے، جس میں اسلامی معاشرت میں اقلیتوں کے ساتھ برتاؤ اور ان کے حقوق کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔کتاب میں اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار سے مثالیں دی گئی ہیں، جن میں اقلیتوں کے جان ومال، مذہبی آزادی،اور سماجی حقوق کی فراہمی کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب اقلیتوں کے حقوق پر اسلامی معاشرتی اصولوں کا گہرائی سے جائزہ لیتی ہے۔

۱۲۔اسلامی قانون اور اقلیتوں کے حقوق،ڈاکٹر زاہد محمود،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور، 2011۔اس کتاب میں ڈاکٹر زاہد محمود نے اسلامی قانون کے تحت اقلیتوں کو دیے جانے والے حقوق کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔کتاب میں اسلامی ریاست کے عدالتی نظام میں اقلیتوں کے حقوق،ان کی قانونی حیثیت،اور ان کے مقدمات کی سماعت کے اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔مصنف نے اقلیتوں کے جان ومال، مذہبی آزادی اور سماجی تحفظات کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو واضح کیا ہے،اور اسلامی تاریخ سے متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔

۱۳۔اسلام کا نظام حقوق وفرائض ،ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور حافظ حامد محمود الحضری , یہ کتاب 28 ابواب پر مشتمل ہے، جن میں اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ، قرآن کریم، صحابہ کرام،والدین،اولاد اور دیگر افراد کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک اہم باب "دنیا کا پہلا دستوری عہد وپیمان: میثاقِ مدینہ" کے عنوان سے ہے،جو اس موضوع پر گہرائی سے بحث کرتا ہے۔

۱۴۔ Muslim Minorities and the National Question: Selected Readings" از ابو بکر صدیق مسلمانوں کی اقلیتوں کے مسائل اور ان کی قومی حیثیت کے سوال پر ایک جامع مطالعہ پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب ان حالات کا جائزہ لیتی ہے جن میں مسلمان اقلیتیں مختلف ممالک میں اپنی شناخت، ثقافت، اور مذہبی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کرتی ہیں۔ مصنف مختلف سماجی، سیاسی، اور قانونی پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہوئے دکھاتے ہیں کہ کس طرح مسلم اقلیتیں اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے ممالک کے ساتھ ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ کتاب میں تاریخی اور معاصر مثالوں کے ذریعے ان مسائل کو نمایاں کیا گیا ہے، اور یہ اس موضوع پر گہری بصیرت فراہم کرتی ہے جو اسلامی اور قومی تعلقات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

۱۵۔ " Islamic Law and the Rights of Non-Muslims: Ethics of Coexistence" از ابوالفضل اسلامی قانون کے تحت غیر مسلموں کے حقوق اور بقائے باہمی کے اخلاقی اصولوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ مصنف وضاحت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت عدل، مساوات، اور مذہبی آزادی کے اصولوں پر مبنی ہے، جو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتی ہے۔ کتاب میں تاریخی اور فقہی مثالوں کے ذریعے یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلامی معاشروں نے غیر مسلم اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا اور ان کے ساتھ انسانی اقدار کے مطابق رویہ اپنایا۔ ابوالفضل اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام کسی بھی قسم کے تعصب کی اجازت نہیں دیتا اور غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ ان کے انسان ہونے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب غیر مسلموں کے حقوق اور اسلامی اخلاقیات کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے ایک بصیرت فراہم کرتی ہے۔

۱۶۔Islam and the Protection of Minority Rights **مصنف**: ڈاکٹر طاہر منصوری (Dr. Tahir Mansoori) **ناشر**: Shariah Academy, International Islamic University Islamabad یہ کتاب اسلامی قانون اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں ایک تفصیلی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مصنف نے **شریعت، میثاقِ مدینہ، اور فقہ اسلامی میں اقلیتوں کے حقوق کا** تجزیہ کرتے ہوئے انہیں آئینِ پاکستان سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں تاریخی مثالیں بھی دی گئی ہیں کہ **اسلامی خلافت کے دور میں غیر مسلم اقلیتوں کو کس طرح تحفظ فراہم کیا گیا۔**

۱۷۔ **The First Muslim State and Interreligious Law: The Constitution of Medina** مصنف: برنارڈ جی ویس (Bernard G. Weiss) ناشر BRILL (2018) : یہ کتاب میثاقِ مدینہ کو "دنیا کا پہلا تحریری دستور" قرار دیتے ہوئے اس کی قانونی اور تاریخی حیثیت کا تجزیہ کرتی ہے۔ مصنف نے اس معاہدے کے مختلف نکات کو جدید آئینی نظریات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ کس طرح یہ معاہدہ مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان امن اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ معاہدہ کس طرح ایک مثالی اسلامی ریاست کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے، جہاں اقلیتوں کو برابر کے حقوق حاصل ہوں۔

۱۸۔**حقوق غير المسلمين في المجتمع الإسلامي** از محمد عمارۃ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق پر ایک جامع اور متوازن تجزیہ پیش کرتی ہے۔ مصنف قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں واضح کرتے ہیں کہ اسلام تمام انسانوں کے لیے عدل و انصاف، مساوات، اور مذہبی آزادی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں تحفظ، ان کے مذہبی امور میں آزادی، اور ان کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔ عمارۃ تاریخی مثالوں اور فقہی اصولوں کے ذریعے اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے نے ہمیشہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا احترام کیا اور ان کے ساتھ رواداری اور بقائے باہمی کا مظاہرہ کیا۔ یہ کتاب اسلامی تعلیمات کے عملی اطلاق کے ذریعے غیر مسلموں کے حقوق کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۱۹۔**المواطنة في الإسلام** از طارق رمضان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شہریت کے تصور پر ایک گہرائی سے مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مصنف وضاحت کرتے ہیں کہ اسلام میں شہریت کا تصور انصاف، مساوات، اور انسانی وقار کے اصولوں پر مبنی ہے، جو تمام شہریوں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کے حقوق اور ذمہ داریوں کو تسلیم کرتا ہے۔ رمضان جدید ریاستوں میں مسلمانوں کی شمولیت اور غیر مسلموں کے ساتھ بقائے باہمی کے سوالات کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ وہ اسلامی اصولوں کو معاصر دنیا کے تناظر میں لاگو کرنے پر زور دیتے ہیں تاکہ ایک ایسا ماڈل پیش کیا جا سکے جو مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دے۔ یہ کتاب اسلام کے جامع اور عملی نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔

۲۰۔قراءة في حقوق الأقليات في مجتمع المدينة النبوية "محمد حبش کی ایک اہم تصنیف ہے جو میثاقِ مدینہ کے پس منظر، اس کی دفعات، اور اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق پر جامع تحقیق پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب 2015 میں

"**مرکز الدراسات الإسلامیۃ، دمشق** " سے شائع ہوئی اور اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کی حیثیت اور ان کے حقوق کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ مصنف نے میثاقِ مدینہ کو اسلامی معاشرت میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک ابتدائی کوشش قرار دیا ہے اور اس کے بنیادی نکات کو اجاگر کیا ہے۔ اس کتاب میں میثاقِ مدینہ کے اصل نکات کی وضاحت کرتے ہوئے یہودیوں اور دیگر غیر مسلم برادریوں کے ساتھ کیے گئے معاہدات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلامی حکومت میں اقلیتوں کے حقوق کے شرعی جواز کو واضح کیا گیا ہے اور جدید آئینی نظریات کے ساتھ اس کا تقابلی تجزیہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں غیر مسلموں کے حقوق کو کس حد تک تسلیم کیا گیا تھا۔

۲۔جوازِ تحقیق(Rationale of The Study)

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور فرائض کا مطالعہ کئی اہم وجوہات کی بنا پر ضروری ہے۔ اولاً، جمہوری معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مطالعہ اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ قانونی طور پر کتنا مساوی سلوک کیا جا رہا ہے، جس میں ہندو، عیسائی، سکھ اور دیگر اقلیتیں شامل ہیں۔ دوم، یہ تحقیق مسلم معاشروں میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک پر جاری مباحثے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، جو کہ ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے۔

اس مطالعے میں میثاق مدینہ اور پاکستان کے آئین کی متعلقہ دفعات کا جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ ان دونوں قانونی دستاویزات کے درمیان مماثلتوں اور اختلافات کو واضح کیا جا سکے۔ مزید برآں، یہ تحقیق ان نکات کی نشاندہی کرتی ہے جہاں پاکستان کا قانونی نظام اور عملی رویے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات سے کم تر ہو سکتے ہیں۔

آخر کار، اس مطالعے کا مقصد پالیسی سازوں، ماہرین تعلیم، اور عام لوگوں کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں آگاہی اور تفہیم کو فروغ دینا ہے، تاکہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی بہتر حفاظت اور اس مسئلے کی گہری سمجھ کو یقینی بنایا جا سکے۔

فصل سوم: مقاصدِ تحقیق ،سوالات تحقیق،دائرہ کار،اور منہج تحقیق

۱۔مقاصدِ تحقیق(Objective of the Study)

محقق درج ذیل مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی تحقیق پیش کرے گا:

- اسلامی فلسفہ ءحقوق وفرائض کو واضح کرتے ہوئے دیگر مذاہب سے تقابلی جائزہ پیش کرنا۔
- آئین پاکستان اور میثاق مدینہ میں موجود غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا موازنہ کرنا۔
- پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے مسائل کا تجزیہ پیش کرنا۔

۲۔سوالاتِ تحقیق:(Research Questions)

زیرِ نظر موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ حقوق اور فرائض کی اقسام کیاہیں اور اسلام کا حقوق وفرائض کا فلسفہ دوسرے بڑے عالمی مذاہب سے کیسے مختلف ہے؟

۲۔ پاکستان کے آئین اور میثاق مدینہ میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے موازنہ کی نوعیت کیاہے اور ان کے مابین مشترکات و مختلفات کیاہیں؟

۳۔پاکستان میں اقلیتوں کو معاشی، سیاسی و معاشرتی وسائل اور مواقع تک رسائی کے سلسلے میں کن رکاوٹوں کا سامنا ہے؟

۳۔تحدیداوردائرہ کار موضوع(Delimitations of the Study)

موضوعِ تحقیق کو بیان کرتے ہوئے محقق نے بُنیادی طور پر پاکستان میں موجود اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی روشنی میں مطالعہ کیاہے۔ اسی طرح اقلیتوں میں پاکستان کی بڑی آبادی والی غیر مسلم برادریوں،ہندو، سکھ اور عیسائیوں کے حقوق وفرائض اور انہیں درپیش مسائل کا جائزہ لیاگیاہے۔ اس تحقیق میں پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کے معاشی و معاشرتی مسائل کا جائزہ پیش کیا گیاہے۔اس تحقیق کے لیے اسلام آباد اور پشاور کے ۱۴۸ اقلیتی نمائندگان سے سروے کی گیا۔ اسی طرح اس مقالہ میں اقلیتوں کے حقوق وفرائض کا تجزیہ آئین پاکستان ۱۹۷۳کی روشنی میں کیاگیا۔

۴۔منہج تحقیق(Research Method)

منہج تحقیق

تحقیقی موضوع : **غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض: میثاقِ مدینہ اوردستورِپاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیاتی مطالعہ**

اس تحقیقی موضوع کے منہج تحقیق میں مختلف تحقیقی طریقوں کو شامل کیا گیا تاکہ موضوع کا جامع اور تفصیلی تجزیہ پیش کیا جاسکے۔ مندرجہ ذیل منہج تحقیق اس تحقیق کے لیے اختیار کیا گیا ہے:

دستاویزی تجزیہ (Document Analysis)

اس تحقیقی موضوع میں دستاویزی تجزیے کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا، جس کے تحت میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی متعلقہ دفعات کا تجزیہ کیا گیا۔ ان دونوں دستاویزات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا تاکہ ان میں بیان کردہ اقلیتوں کے حقوق و فرائض کی مماثلتوں اور اختلافات کو سمجھا جاسکے۔

سروے (Surveys)

تحقیق کے دوران غیر مسلم اقلیتوں کے مسائل کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لیے سروے بھی کیے گئے۔ سروے کے ذریعے مختلف اقلیتوں کے افراد کی رائے اور تجربات کو جمع کیا گیا، جس میں اسلام آباد اور پشاور میں بسنے والی ہندو، سکھ اور عیسائی کمیونٹی کے چنیدہ ارکان سے سروے کیا گیا۔ جس سے تحقیق میں عملی اور موجودہ مسائل کا جائزہ ممکن ہو سکا۔

نتائج اور تجزیہ (Findings and Analysis)

تحقیق کے آخری مرحلے میں تمام حاصل شدہ معلومات اور تجزیات کو یکجا کیا گیا۔ ان نتائج کو ایک منظم طریقے سے پیش کیا گیا تاکہ تحقیق کے مقاصد حاصل کیے جاسکیں اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق و فرائض کے بارے میں ایک جامع تفہیم فراہم کی جاسکے۔

نتیجہ اور سفارشات (Conclusion and Recommendations)

تحقیق کے اختتام پر نتائج کی بنیاد پر اقلیتوں کے حقوق و فرائض کے تحفظ کے لیے سفارشات پیش کی گئیں۔ یہ سفارشات پالیسی سازوں، قانونی ماہرین، اور معاشرتی رہنماؤں کے لیے رہنما اصول فراہم کریں گی تاکہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مؤثر اقدامات اٹھا سکیں۔

بابِ دوم: مذاہب عالم میں حقوق وفرائض کا تصور

فصلِ اوّل: حقوق وفرائض کا مفہوم

فصلِ دوم: اسلام کا تصورِ حقوق وفرائض

فصل سوم: مختلف مذاہب کا تصورِ حقوق وفرائض

باب دوم: مذاہب عالم میں حقوق وفرائض کا تصور

اسلام کا فلسفۂ حقوق و فرائض ایک جامع اور مکمل نظام ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط کرتا ہے۔ یہ نظام فرد اور معاشرے کے درمیان توازن قائم کرتا ہے اور ان کے حقوق و فرائض کو باہم مربوط کرتا ہے۔ اسلام نے حقوق و فرائض کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا بلکہ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مشروط کیا ہے تاکہ انسانی زندگی میں عدل وانصاف کو یقینی بنایا جاسکے۔

اس باب میں ہم حقوق و فرائض کے مفہوم اور اقسام کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ مختلف مذاہب میں ان کا کیا تصور ہے۔ اس کے بعد ہم اسلام کے تصور حقوق و فرائض پر تفصیل سے گفتگو کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام نے ان تصورات کو کس طرح ایک منظم اور متوازن طریقے سے پیش کیا ہے۔

اسلام کے نظام حقوق و فرائض میں ہر انسان کو اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق حقوق دیے گئے ہیں اور ساتھ ہی فرائض کی انجام دہی کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ یہ حقوق و فرائض نہ صرف افراد کے درمیان تعلقات کو منظم کرتے ہیں بلکہ معاشرتی، معاشی، سیاسی اور روحانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بھی محیط ہیں۔ اسلام کا یہ فلسفہ انسان کو اس کے حقوق سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ان فرائض کی یاددہانی بھی کراتا ہے جو وہ اپنے رب، اپنے نفس اور اپنے معاشرے کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے ادا کرنے کا پابند ہے۔

اس تمہیدی بحث کا مقصد یہ ہے کہ ہم اسلام کے اس نظام کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں اور اسے اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکیں۔

فصلِ اوّل: حقوق و فرائض کا مفہوم

حقوق و فرائض کا موضوع انسانی معاشرت اور انفرادی زندگی میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی معاشرے کی تنظیم اور اس کے صحیح طریقے سے چلنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنے حقوق کو سمجھے اور اپنے فرائض کو پورا کرے۔ حقوق و فرائض کا تصور ایک متوازن اور عادلانہ نظام کی بنیاد ہے جس کے بغیر نہ تو فرد کی زندگی میں سکون ممکن ہے اور نہ ہی معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام۔

اس فصل میں ہم سب سے پہلے حقوق و فرائض کے بنیادی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ حقوق کیا ہیں؟ فرائض کیا ہیں؟ ان دونوں کا باہمی تعلق کیا ہے؟ ان سوالات کے جوابات کے ذریعے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح حقوق و فرائض انسان کی زندگی کو متوازن اور منظم بنانے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

مزید برآں، ہم حقوق و فرائض کی اقسام پر بھی غور کریں گے۔ کس طرح مختلف قسم کے حقوق اور فرائض فرد اور معاشرے کے درمیان تعلقات کو منظم کرتے ہیں؟ کون سے حقوق فرد کے ذاتی مفاد سے متعلق ہیں اور کون سے حقوق اجتماعی مفاد سے؟ اسی طرح، فرائض کے مختلف پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ایک مسلمان پر کون کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان کی انجام دہی میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ فصل حقوق و فرائض کے بنیادی مفہوم اور ان کی اقسام کو سمجھنے میں ایک بنیاد فراہم کرے گی جو بعد کے ابواب میں اسلام کے نظام حقوق و فرائض کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مددگار ثابت ہو گی۔

حقوق و فرائض کا مفہوم و تعریفات:

حق کا لغوی مفہوم :

لفظ حق مفہوم کے اعتبار سے اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے ماہرین لغت نے اس کے مختلف مفاہیم بیان کیے ہیں .

ماہرین لغت کے نزدیک حق کا مفہوم :

المنجد میں حق کے لغوی معنی سچائی راستی یقین انصاف ثابت شدہ بیان کیے گئے ہیں اس کی جمع حقوق ہے جبکہ کہا جاتا ہے حق ھکذا وہ اس کے لائق ہے۔اور جگہ آتا ہے و الحق لاتیک بغیر تنوین کے یعنی قسم ہے اللہ تعالی کی میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا اسی طرح حقوق الدار۔[1]

راغب اصفہانی کے نزدیک حق کا لغوی مطلب ہے

مادہ: ح ق ق، اصل الحق المطابقه والموافقه كمطابقه رجل الباب في حقه[2]

ترجمہ: حق کی اصل مطابقت اور موافقت ہے جبکہ دروازے کی پول اپنے گڑھے میں اس طرح فٹ آتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔

صاحب قاموس المحیط نے حق کا مفہوم اس انداز سے بیان کیا ہے

الحق يعني الامر المقتضى[3]

ترجمہ: الحق یعنی حق سے مراد فیصلہ شدہ معاملہ ہے

ابن منظور حق کے بارے میں تحریر کرتے ہیں

الحق نقيض الباطل[4]

ترجمہ: حق باطل کا الٹ ہے

علامہ جوہری نے حق کے مفہوم میں ان الفاظ میں وضاحت کی ہے

خلاف الباطل والحق هو اخذ الحقوق والحقه منه يقال هذه حقتي واستحققه اي استوجبته[5]

---

[1] لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۴ء، ص ۲۲۵

[2] راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ص: ۱۲۵

[3] فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دارالجیل، بیروت، لبنان، ج: ۲، ص: ۱٦۲

[4] ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، دار صادر بیروت، ۱۹۵٦ء، ج: ۱۰، ص: ۵۱

[5] جوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد الفارابی، الصحاح، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج: ۴، ص: ۱۷۰۸

ترجمہ: حق باطل کا الٹ ہے اور حق حقوق کا واحد ہے اور حقۃ یہ لفظ اس سے خاص ہے کہا جاتا ہے کہ حقتی یعنی میرا حق ہے اور حق ماضی کا صیغہ ہے تو اس کا معنی ہے واجب ہو گیا اور احققت شی کا معنی ہے میں نے اس شے کو واجب کر دیا اور استحققتہ کا مفہوم ہے میں نے اس شے کے وجوب کی خواہش کی۔

انگریزی میں Right کا لفظ حق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق :

Right right good or justified true or correct as fact. [6]

حق ایک ایسا استحقاق یا امتیاز ہے جو کسی شخص یا جماعت کو قانون، اخلاقیات یا مذہبی تعلیمات کی روشنی میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس کے تحت افراد یا گروہ مخصوص فوائد، آزادیوں یا مراعات کے مستحق ہوتے ہیں

امام ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

"حق وہ چیز ہے جس کا مالک کسی شخص کو مستحق قرار دیتا ہے اور اس کے متعلق کوئی معاہدہ یا شریعت کا اصول موجود ہوتا ہے۔"[7]

لغوی تعریف:

"حق ایک ایسی چیز ہے جو کسی کے لیے ثابت ہو اور اس کا انکار ناجائز ہو۔"[8]

قانونی تعریف:

"حق وہ قانونی استحقاق یا مراعات ہیں جو کسی فرد یا گروہ کو ریاست یا معاشرتی اصولوں کے تحت حاصل ہوتے ہیں۔"[9]

قرآن حکیم اور لفظ حق :

﴿يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾ [10]

---

[6] *Oxford Advanced Learner's Dictionary*, 10th ed., s.v. "entry term," accessed Septrmber 1, 2024, https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/entry_term.

[7] ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العالمین، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1991)، 150۔

[8] ابن منظور، لسان العرب، جلد 2 (قاہرہ: دار المعارف، 1980)، 500

[9] Bryan A. Garner, *Black's Law Dictionary*, 10th ed. (St. Paul, MN: Thomson Reuters, 2014) ،"Rights"-

[10] النور:۲۴/۲۵

ترجمہ اس دن اللہ انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا جس کے وہ حقدار ہیں دے دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ حق ہے اور حق کو ظاہر فرمانے والا ہے

اس مقام پر حق سے مراد العدل ہے

﴿وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ﴾ [11]

ترجمہ: اور اگر حق ان کی خواہشات کی اتباع کرتا تو یہ ارض و سماوات اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جاتا

﴿ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾[12]

ترجمہ: اور بتاؤ اے رسول حق آگیا اور باطل بھاگ گیا

یہاں پر حق اسلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے

﴿ وَ الَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴾[13]

ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے مال میں حصہ مقرر ہے ۔

اس آیت کریمہ میں حق سے مراد حصہ ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ ﴾[14]

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر قول صادق اتا ہے

اس آیت کریمہ میں حق سے مراد صدق ہے ۔

احادیث نبویہ میں لفظ حق کا استعمال :

---

[11] المؤمنون: ۲۳/۷۱

[12] الاسراء: ۱۷/۸۱

[13] المعارج: ۷۰/۲۴

[14] الاحقاف: ۴۶/۱۸

احادیث مبارکہ میں لفظ حق بے شمار مفاہیم میں استعمال ہوا ہے جن میں سے چند ایک مثالیں دی جاتی ہیں۔

((قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فان الزكاه حق المال))[15]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بے شک زکوۃ مال کا حق ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں حق کا لفظ حصہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے

((ان الله وضع الحق على لسان عمر يقول به))[16]

ترجمہ: بے شک اللہ نے عمر کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے جس سے وہ بولتا ہے

یہاں حق سے مراد سچائی ہے

((قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من راني فقد راى الحق))[17]

ترجمہ: رسول اللہ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا

((قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله قد اعطى كل ذي حق حقه))[18]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے ۔

فقہاء کی نظر میں حق کی تعریف:

فقہاء نے حق کی تعریف مختلف انداز سے کی ہے چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

عبدالرزاق السہنوری نے حق کی تعریف اس طرح سے کی ہے:

---

[15] ابو عبداللہ، محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (داراحیاء التراث العربی، بیروت: لبنان) ۱۸۹/۸

[16] بخاری، کتاب الزکوۃ، ۶۰۵/۱

[17] ابن ماجہ، سنن، داراحیاء التراث العربی، ۴۰/۱

[18] ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر (المکتبہ العلمیہ، بیروت) ۱۹۹۴، ۲۹۵/۳

الحق مصلحه ذات قيمه ماليه يحميها القانون19

ترجمہ : یہاں حق سے مراد وہ قیمتی مالی مصلحت ہے جس کو قانون کی حمایت حاصل ہو۔

شفیق شحاطہ نے حق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

الحق هو القدرة على القيام باعمال معينه لتحقيق مصلحة يحميها القانون[20]

ترجمہ: حق وہ امور ہیں جن کے مطالبے کے لیے انسان کھڑا ہو سکتا ہے اور جن کو قانون کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

محمد یوسف موسی کہتے ہیں کہ حق فرد اجتماعیت یا دونوں کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کی جانے والی مصلحت کا نام ہے۔

.الحق مصلحه ثابته للفرد ابل مجتمع اولهما معا يقررها المشرع الحكيم[21]

ترجمہ: حق شارح کی طرف سے مقرر کردہ کسی فرد یا اجتماعی یا دونوں کی مصلحت کا نام ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں حق کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

.الحق ما يثبت الانسان لمقتضى الشرع من اجل مصالحة[22]

ترجمہ : حق وہ چیز ہے جو انسان کے لیے شرعی مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر متعین کیا جاتا ہے۔

مصطفی زرقا نے حق کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الحق هو اختصاص يقرر به الشرع من اجل مصالحة23

ترجمہ: حق اس خاص تعلق کو کہتے ہیں جس کی بنا پر شریعت کوئی ذمہ داری یا اختیار عطا کرتی ہے۔

---

[19] عبدالرزاق السہنوری، مصادر الاسلام فی الفقہ الاسلامی (مکتبہ الحلبی الحقوقیہ، لبنان: بیروت) ۱/۷

[20] شفیق شحاتہ، النظریہ العامہ للحق، بحوالہ المدخل الفقھی العام، لبنان، بیروت، ۱/۷

[21] محمد یوسف موسیٰ، الفقہ الاسلامی (دار الکتب العربی: مصر) ص: ۲۱۱

[22] الموسوعہ الفقہیہ، ۱۸/۸

[23] زرقا مصطفیٰ، المدخل الفقہ العالم، دمشق، ۱۹٦۸ء، ۱۰/۳

ڈاکٹر وہبہ الزہیلی کہتے ہیں:

الحق هو مصلحه مستحققه شرعا[24].

ترجمہ: حق اس مصلحت کا نام ہے جس کا انسان شرعی طور پر مستحق ٹھہرتا ہے۔

فرض کی تعریف:

فرض ایسا عمل یا ذمہ داری ہے جو کسی شخص پر قانونی، مذہبی یا اخلاقی اصولوں کے تحت لازم ہوتی ہے۔ فرض کی تکمیل کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا قابل مواخذہ ہو سکتا ہے۔

امام غزالی (رح) فرماتے ہیں:

"فرض وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر لازم کیا گیا ہو، اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو۔"[25]

- **لغوی تعریف:**

"فرض کا مطلب ہے وہ چیز جو لازم کی گئی ہو اور اس پر عمل کرنا ناگزیر ہو۔"[26]

- **قانونی تعریف:**

"فرض کسی شخص کی وہ ذمہ داری ہے جو اسے قانونی یا اخلاقی طور پر ادا کرنی ہوتی ہے، جیسا کہ ٹیکس کی ادائیگی یا ملکی قوانین کی پابندی"۔[27]

فرض فرائض کی جمع ہے اور اس کے متعدد معانی اہل لغت نے بیان کیے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ تقدیر اور حصہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

---

[24] ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، دمشق، شام، ۱۹۹۹ء، ۹/۲

[25] امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد 1 (بیروت: دارالمعرفۃ، 1981)، 120

[26] الفیروزآبادی، القاموس المحیط (بیروت: دارالعلم للملایین، 1987)، "فرض"

[27] Jonathan Law, *Oxford Dictionary of Law*, 9th ed. (Oxford: Oxford University Press, 2018) ،"Duty"-

﴿مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾[28]

۲۔ بمعنی واجب بھی کہا گیا ہے

﴿سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا﴾[29]

۳۔اسی طرح بیان اور تفصیل کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

﴿قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ﴾[30]

۴۔لفظ فرض ان حدود کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے یا منع فرمایا ہے۔

۵۔اسی طرح فرائض کو میراث کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔جیسا کہ علم الفرائض یعنی علم المیراث۔

٦۔انگریزی زبان میں فرض کو duty کہا جاتا ہے آکسفورڈ ڈکشنری میں ڈیوٹی کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

something that you feel you have to do because it is your moral or legal responsibility[31]

---

[28] الاحزاب:۳۳/۳۸

[29] النور:۲۴/۱

[30] التحریم:٦٦/۲

[31] Audi R. Duty. In: The Cambridge Dictionary of Philosophy. 2nd ed. Cambridge University Press; 1999:245.

فصل دوم: اسلام کا تصورِ حقوق و فرائض

اسلام ایک جامع دین ہے جو انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس دین میں حقوق و فرائض کا تصور ایک اہم حیثیت رکھتا ہے، جو فرد اور معاشرت کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ حقوق اور فرائض کے اصول اسلامی معاشرتی نظام کی بنیاد ہیں، اور ان کی مکمل ادائیگی کے بغیر ایک مثالی اسلامی معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔

حقوق کی تعریف:

حقوق، وہ قانونی یا اخلاقی دعوے ہیں جو کسی فرد یا گروہ کو دوسرے افراد یا معاشرت پر حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام میں حقوق کے مختلف درجات ہیں، جیسے اللہ کے حقوق (حقوق اللہ) اور بندوں کے حقوق (حقوق العباد)۔[32] ہر حق کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی منسلک ہوتی ہیں، جو دوسرے افراد یا اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ضروری ہیں۔

فرائض کی تعریف:

فرائض وہ ذمہ داریاں ہیں جو حقوق کے ساتھ منسلک ہوتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی فرد اور معاشرت دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ فرائض کی ادائیگی سے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے، اور یہ معاشرتی توازن برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔[33]

اسلام میں حقوق و فرائض کی اہمیت:

اسلام میں حقوق و فرائض کی اہمیت قرآن و سنت کی روشنی میں واضح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[34]"

ترجمہ: "اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔"

---

[32] رشید، طارق محمود. "اسلام میں حقوق العباد اور اس کے اثرات "*المنصور* 27، شمارہ 1 (2018): 22-34.

[33] محمود، ظفر. "اسلام میں حقوق و فرائض کا باہمی تعلق "*المنہاج* 12، شمارہ 3 (2016): 45-60.

[34] النحل، 16:90

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کی اہمیت پر زور دیا ہے اور یہ عدل وانصاف حقوق وفرائض کی مناسب ادائیگی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں حقوق وفرائض کی اہمیت پر زور دیا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(("أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[35]))"

ترجمہ: "سن لو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

یہ حدیث اسلامی معاشرت میں ذمہ داریوں اور فرائض کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، اور بتاتی ہے کہ ہر فرد کو اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کی ادائیگی بھی کرنی چاہیے تاکہ معاشرتی توازن برقرار رہے۔

حصہ اول: حقوق (حقوق اللہ اور حقوق العباد)

اسلامی تعلیمات میں حقوق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ حقوق دو بنیادی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں: **حقوق اللہ** (اللہ کے حقوق) اور **حقوق العباد** (انسانوں کے حقوق)۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے تاکہ فرد اور معاشرت دونوں کے درمیان توازن برقرار رکھا جا سکے۔

اللہ کے حقوق (حقوق اللہ):

1. **عبادت کا حق** اللہ کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہی واحد معبود ہے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[36]"

ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں"

---

[35] محمد بن اسماعیل البخاری۔ الجامع الصحیح المعروف بصحیح البخاری۔ باب: کلام میں نرمی اور حلم اختیار کرنے کا بیان، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ) حدیث نمبر 7138۔

[36] الذاریات، 51:56

عبادت کا حق دراصل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی حاکمیت کا عملی اظہار ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد صرف اللہ کی عبادت ہے، جس کا مفہوم نہ صرف ظاہری عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر محیط ہے بلکہ اس میں انسان کی پوری زندگی کے معاملات شامل ہیں۔ عبادت محض ایک رسمی عمل نہیں بلکہ ایک ایسا طرزِ حیات ہے جو مکمل اخلاص، وفاداری اور اللہ کی رضا کے حصول پر مبنی ہونا چاہیے۔ آج کے دور میں، جہاں مادیت پرستی اور دنیاوی خواہشات نے انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے، وہیں عبادت کا صحیح مفہوم سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ عبادت صرف رسمی عبادات تک محدود نہیں بلکہ معاملات، اخلاقیات، اور معاشرتی انصاف کا بھی حصہ ہے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے مگر اس کے معاملات میں دھوکہ دہی، تکبر یا ظلم شامل ہے تو اس کی عبادت حقیقی معنوں میں مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔ لہٰذا، اللہ کے اس بنیادی حق کی ادائیگی کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت کو صرف رسمی فریضہ سمجھنے کے بجائے اسے زندگی کے ہر پہلو میں نافذ کیا جائے، تاکہ بندگی کا اصل مقصد پورا ہو سکے اور انسان دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔[37]

2. **اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت کی پیروی کا حق** اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور سنت نبوی کے ذریعے اپنی ہدایت نازل کی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس ہدایت کی پیروی کریں۔[38] قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ[39]"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو"۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس ہدایت کی پیروی کے بغیر اللہ کے حقوق کی ادائیگی ممکن نہیں۔ اللہ کی ہدایت کی پیروی انسان کی حقیقی فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہے، کیونکہ قرآن اور سنت صرف مذہبی احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی اطاعت کا دعویٰ کرے لیکن اس کی زندگی قرآن و سنت کے اصولوں سے ہٹ کر ہو، تو اس کی اطاعت نامکمل سمجھی جائے گی۔ آج کے دور میں بہت سے لوگ اسلامی احکامات کو اپنی مرضی کے مطابق اختیار کرتے ہیں، جبکہ حقیقی اطاعت کا مطلب ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو مقدم رکھنا

---

[37] مدنی، عبدالرشید. "توحید اور اس کے تقاضے: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں". *مجلہ علوم اسلامیہ* 15، شمارہ 2 (2019): 20-35.
.2

[38] غزالی، محمد. "اسلامی تعلیمات میں قرآن و سنت کی اہمیت". *جامعہ الازہر* 14، شمارہ 2 (2017): 45-58.

[39] النساء، 4:59

ہے۔ ہدایت کی پیروی صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ معاملات، اخلاقیات اور عدل و انصاف کے اصولوں کو بھی اپنانا اس کا لازمی حصہ ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

3. **اللہ کے شکر اور توکل کا حق** اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، جن کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شکر ادا کرنے کی تاکید کی ہے:

"فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ"

ترجمہ: "پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو" (سورۃ البقرہ، 2:152)۔

شکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ وہی رزاق ہے اور ہر چیز کا مالک ہے۔ اللہ کے شکر اور توکل کا حق ادا کرنا ایک مؤمن کی حقیقی بندگی کا مظہر ہے۔ شکر گزاری صرف زبانی اظہار تک محدود نہیں بلکہ عملی زندگی میں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح استعمال، اس کے احکامات پر عمل اور ہر حال میں اس کی رضا پر راضی رہنا بھی شکر کا حصہ ہے۔ اسی طرح، توکل کا مطلب سستی اختیار کرنا نہیں بلکہ اپنی پوری کوشش کے بعد اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، کیونکہ حقیقی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنی جدوجہد کو اللہ کی رحمت اور حکمت کے سپرد کر دے۔ آج کے مادی دور میں، جہاں انسان معمولی مشکلات پر مایوس ہو جاتا ہے، وہیں شکر اور توکل کی عادت اسے سکون اور ثابت قدمی عطا کر سکتی ہے۔

انسانوں کے حقوق (حقوق العباد):

1. **والدین کے حقوق** اسلام میں والدین کے حقوق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔[40] قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[41]"

ترجمہ: "اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو"۔

یہ آیت والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ والدین کے حقوق میں ان کی خدمت، ان کے ساتھ ادب و احترام، اور ان کے لیے دعا شامل ہیں۔

---

[40] رحمانی، عبدالکریم. "اسلام میں والدین کے حقوق اور فرائض". جامعہ علوم اسلامیہ 20، شمارہ 3 (2018): 30-45.

[41] الإسراء، 17:23

2. **اولاد کے حقوق** اولاد کے حقوق بھی اسلام میں اہم ہیں۔ والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اچھی پرورش کریں، ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں اور انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی تربیت دیں۔[42] نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا[43]"

ترجمہ: "یقیناً تمہاری اولاد کا تم پر حق ہے"۔

یہ حدیث اولاد کے حقوق کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے اور والدین کو ان کے فرائض کی یاد دہانی کراتی ہے۔

3. **ہمسایوں کے حقوق** اسلام میں ہمسایوں کے حقوق کو بھی بہت اہمیت دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ[44]"

ترجمہ: "جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ ہمسایوں کے بارے میں نصیحت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ انہیں وارث بنا دیں گے"۔

یہ حدیث ہمسایوں کے حقوق کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور ہمیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتی ہے۔

4. **یتیموں اور مسکینوں کے حقوق** اسلام میں یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ[45]"

ترجمہ: "پس یتیم پر سختی نہ کرو، اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو"۔

یہ آیت یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دیتی ہے۔

---

[42] بچوں کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔ btid.org۔ 16 اپریل 2017۔ https://ur.btid.org

[43] بخاری، حدیث نمبر: 1968

[44] بخاری، حدیث نمبر: 6014

[45] الضحیٰ، 93:9-10

حقوق العباد کے حوالے سے اسلامی تعلیمات:

اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد کی پاسداری پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[46]"

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

یہ حدیث اسلامی معاشرت میں حقوق العباد کی اہمیت کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کرتی ہے۔

فقہ اسلامی میں حقوق العباد کی تفصیل:

فقہ اسلامی میں حقوق العباد کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ فقہاء نے مختلف کتب میں حقوق العباد کی تفصیل بیان کی ہے، جیسے کہ "کتاب الحقوق" اور "کتاب النفقات"۔ ان کتب میں والدین، اولاد، ہمسایوں اور یتیموں کے حقوق کی تفصیل کے ساتھ ان کی ادائیگی کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ فقہاء نے حقوق العباد کی عدم ادائیگی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور اس کے نتائج سے آگاہ کیا ہے۔

غیر مسلموں کے اسلام میں حقوق:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف مسلمانوں کے حقوق ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے حقوق کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ غیر مسلموں کے حقوق کا احترام اور ان کی حفاظت اسلامی معاشرتی اصولوں کا ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن وسنت میں غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے کئی واضح ہدایات موجود ہیں، جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ عدل وانصاف پر مبنی معاشرتی نظام کی بنیاد رکھی ہے۔[47]

---

[46] بخاری، کتاب: ایمان کے بیان میں ، بَابُ مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ،حدیث نمبر:13

[47] ڈاکٹر عشرت حسین بصری، پروفیسر نیاز محمد۔ "اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا جائزہ: معاہداتِ نبوی کی روشنی میں"۔ *الایضاح*، جلد 31، شمارہ 2، صفحہ 158-177۔

1. مذہبی آزادی کا حق:

اسلام غیر مسلموں کو ان کے مذہب کی پیروی کرنے کی مکمل آزادی دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[48]"

ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے"۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو ان کے عقائد پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی دیتا ہے اور ان پر زبردستی مسلمان ہونے کے لیے دباؤ نہیں ڈالتا۔

2. جان و مال کی حفاظت کا حق:

اسلام میں غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت بھی مسلمانوں پر فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ[49]"

ترجمہ: "جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا"۔

یہ حدیث غیر مسلموں کی جان کی حرمت کو واضح کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے جان و مال کی حفاظت کا پابند بناتی ہے۔

3. عدل و انصاف کا حق:

اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ[50]"

ترجمہ: "اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا"۔

---

[48] البقرہ، 2:256

[49] بخاری، کتاب: جزیہ وغیرہ کے بیان میں بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ حدیث نمبر: 3166

[50] الممتحنۃ، 60:8

یہ آیت غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے کی تاکید کرتی ہے، اور مسلمانوں کو ان کے حقوق کی حفاظت کی تلقین کرتی ہے۔

4. مذہبی عبادات کی ادائیگی کا حق

اسلام کا یہ اصول کہ غیر مسلموں کو ان کی عبادات کی آزادی حاصل ہے، مذہبی رواداری اور عدل و انصاف کی بہترین مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ کے معاہدات اور اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے حقوق کا احترام کیا۔ آج کے دور میں، جب مذہبی انتہا پسندی اور عدم برداشت عالمی سطح پر ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے، اسلامی تعلیمات دنیا کے لیے ایک ماڈل فراہم کرتی ہیں کہ کس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے امن اور احترام کے ساتھ ایک معاشرے میں رہ سکتے ہیں۔ اگر مسلمان اس اصول پر حقیقی معنوں میں عمل کریں تو عالمی سطح پر اسلام کے بارے میں مثبت تاثر کو مزید فروغ دیا جا سکتا ہے۔

5. معاشرتی حقوق

غیر مسلموں کو اسلامی معاشرے میں معاشرتی حقوق بھی حاصل ہیں۔ انہیں مسلمانوں کے ساتھ انصاف، عزت اور احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اسلامی فقہ میں ذمیوں (غیر مسلموں) کے حقوق کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور ان کی عزت اور حقوق کی حفاظت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔[51] اسلامی معاشرتی نظام میں غیر مسلموں کو مکمل تحفظ اور عزت دینے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ذمیوں کے حقوق کا تحفظ نہ صرف فقہ میں بیان کیا گیا ہے بلکہ قرآن اور حدیث میں بھی ان کی عزت و احترام کی تاکید کی گئی ہے۔ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے ساتھ برابری کی سطح پر انصاف ملنا چاہیے تاکہ وہ اپنے مذہب، ثقافت اور زندگی کے طریقے کے مطابق اپنے حقوق کا استعمال کر سکیں۔ اس سے نہ صرف معاشرتی ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل بھی ممکن ہو پاتی ہے جہاں سب کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

---

[51] عبدالحق، حسام الدین منصوری۔ "فقہ اسلامی کے رُو سے اقلیتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ رواداری: ایک تحقیقی جائزہ۔ *Al-* " *Duhaa* 2، نمبر 2 (2021): 81-94۔

6. بین الاقوامی معاہدات کا احترام

اسلام نے غیر مسلم ممالک اور اقوام کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی پاسداری کی بھی تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ[52]"

ترجمہ: "اور اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کرو، مگر ان لوگوں کے خلاف نہیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے"۔

یہ آیت اسلامی تعلیمات میں معاہدات کی پاسداری اور غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

7. معاشی حقوق:

اسلامی نظام میں غیر مسلموں کو بھی معاشی حقوق دیے جاتے ہیں۔ انہیں اپنے کاروبار اور جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہے، اور اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ وہ ان کے معاشی حقوق کی حفاظت کرے۔[53]

اسلام کے ان اصولوں سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنا اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے حقوق کی پاسداری کریں، جیسا کہ قرآن و سنت میں بیان کیا گیا ہے۔

حصہ دوم: فرائض

اسلام میں حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کا تصور بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس طرح حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح فرائض کی ادائیگی بھی ایک مسلمان کی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ فرائض کو عمومی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: **فرائض اللہ** (اللہ کے فرائض) اور **فرائض العباد** (انسانوں کے فرائض)۔

---

[52] الانفال، 8:72

[53] عبدالحق، حسام الدین منصوری۔ "فقہ اسلامی کے رُو سے اقلیتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ رواداری: ایک تحقیقی جائزہ۔ *Al-Duhaa* 2، نمبر 2 (2021): 81-94۔"

فرائض اللہ:

1. نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ

اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سب سے پہلے ان عبادات کا شمار ہوتا ہے جو ایک مسلمان کے لیے فرض کی گئی ہیں۔ ان میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج شامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا[54]"

ترجمہ: "بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں میں فرض ہے"۔

نماز ایک بنیادی فرض عبادت ہے، جو روزانہ پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ روزہ رمضان کے مہینے میں فرض کیا گیا ہے، زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار میں مال کی صفائی ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے، اور حج زندگی میں ایک بار صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ یہ عبادات نہ صرف اللہ کے حقوق میں شامل ہیں بلکہ انسان کو روحانی پاکیزگی اور اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ بھی ہیں۔

2. اسلامی فرائض کی ادائیگی میں تقویٰ کی اہمیت:

فرائض اللہ کی ادائیگی میں تقویٰ کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ تقویٰ کا مطلب ہے اللہ سے ڈرنا اور اس کی رضا کے لیے اعمال کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ[55]"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کا خوف اختیار کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو"۔

تقویٰ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور اسے اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے بغیر عبادات کا صحیح مفہوم اور اثر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

---

[54] النساء، 4:103

[55] آل عمران، 3:102

فرائض العباد:

1. خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں:

اسلام میں خاندان کے سربراہ پر خصوصی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ وہ اپنے خاندان کی کفالت، تربیت، اور اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[56]"

ترجمہ: "تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

یہ حدیث خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریوں کی وضاحت کرتی ہے اور اسے اپنے خاندان کے معاملات میں عدل وانصاف کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

2. معاشرتی فرائض: عدل وانصاف کا قیام

اسلامی معاشرت میں عدل وانصاف کا قیام ایک اہم فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عدل وانصاف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[57]"

ترجمہ: "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالے کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"۔

یہ آیت عدل وانصاف کی اہمیت کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کو عدل پر مبنی فیصلے کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ عدل وانصاف کا قیام معاشرتی فرائض کا اہم حصہ ہے اور ایک اسلامی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔

---

[56] بخاری، کتاب: حکومت اور قضا کے بیان میں بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ} حديث نمبر: 7138

[57] النساء، 4:58

3. معاشی فرائض: حلال و حرام کے اصولوں کی پیروی:

اسلام نے معاشرتی اور معاشی زندگی میں حلال و حرام کے اصولوں کی پیروی کو لازمی قرار دیا ہے۔ حلال روزی کا حصول اور حرام سے بچنا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ[58]"

ترجمہ: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو"۔

یہ آیت کاروباری اور تجارتی معاملات میں دیانت داری اور حلال ذرائع سے مال کمانے کی تاکید کرتی ہے۔ مسلمان کے لیے فرض ہے کہ وہ اپنے کاروباری معاملات میں حرام سے پرہیز کرے اور حلال کے اصولوں کی پاسداری کرے۔

4. اخلاقی فرائض: صداقت، امانت، اور سچائی کی پاسداری

اخلاقی فرائض کی ادائیگی بھی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں صداقت، امانت، اور سچائی کی پاسداری کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ[59]"

ترجمہ: "بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے"۔

یہ حدیث سچائی کی اہمیت کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کو صداقت اور امانت کے اصولوں پر عمل کرنے کی تاکید کرتی ہے۔ ایک مسلمان کی اخلاقی زندگی میں یہ فرائض نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور انہیں عملی زندگی میں نافذ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

[58] النساء، 4:29

[59] بخاری، کتاب: اخلاق کے بیان میں باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ} وَمَا يُنْهَى عَنِ الْكَذِبِ، حدیث نمبر: 6094

حصہ سوم: حقوق و فرائض کا توازن

اسلامی معاشرت میں حقوق اور فرائض کا توازن ایک مرکزی اصول ہے جو فرد اور معاشرت کے درمیان ہم آہنگی اور عدل و انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ حقوق اور فرائض ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے بغیر دوسرے کا تقاضا کرنا ممکن نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اس توازن کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، جو ایک مثالی معاشرت کی تشکیل کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔[60]

حقوق اور فرائض کا باہمی تعلق:

اسلامی نقطہ نظر سے حقوق اور فرائض ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ ہر حق کے ساتھ ایک فرض وابستہ ہوتا ہے، اور ہر فرض کے ساتھ ایک حق۔ مثال کے طور پر، والدین کا حق ہے کہ ان کی عزت کی جائے، جبکہ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ اسی طرح، شوہر کا حق ہے کہ اس کی بیوی اس کی اطاعت کرے، جبکہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے حقوق کی پاسداری کرے۔

حقوق اور فرائض کی باہمی تعامل:

حقوق اور فرائض کا باہمی تعامل اسلامی معاشرت میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔ اگر فرد اپنے فرائض کو نظرانداز کرے تو معاشرتی توازن بگڑ جاتا ہے، اور اگر حقوق کی ادائیگی میں کمی کی جائے تو یہ معاشرتی ناہمواری کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلنے کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ فرد اور معاشرت دونوں کے حقوق محفوظ رہیں۔[61]

اسلامی تعلیمات میں توازن کا تصور:

اسلامی تعلیمات میں توازن کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے فرمایا:

---

[60] عبدالحق، حسام الدین منصوری۔ "انسانی حقوق کا جدید فلسفہ اسلامی تناظر میں۔ *Al-Duhaa* 2 "، نمبر 2 (2021): 81-94۔

[61] عشرت حسین بصری، نیاز محمد۔ "اسلامی شریعت میں حقوق خمسہ کا تحقیقی جائزہ۔ "*الایضاح*، جلد 31، شمارہ 2 (2015): 158-177۔

"وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ[62]"

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو"۔

یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلام میں درمیانی راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، جہاں حقوق و فرائض کا توازن برقرار رہے۔

حقوق کی ادائیگی میں فرائض کی اہمیت:

اسلامی تعلیمات میں حقوق کی ادائیگی کے لیے فرائض کی اہمیت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فرائض ادا نہیں کرتا، تو وہ دوسرے کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر ایک تاجر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے، جیسے کہ وزن میں کمی یا قیمت میں اضافہ، تو وہ اپنے گاہکوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسی طرح، اگر ایک والدین اپنے بچوں کی تربیت میں ناکام رہتے ہیں، تو وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں ناکام ہوتے ہیں۔

حقوق کی ادائیگی کے بغیر حقوق کا تقاضا غیر اسلامی تصور:

اسلام میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ جب تک فرد اپنے فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ اپنے حقوق کا تقاضا نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[63]"

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

یہ حدیث اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حقوق کا تقاضا کرنے سے پہلے فرد کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر غور کرنا چاہیے۔

---

[62] البقرہ، 2:143

[63] بخاری، کتاب: ایمان کے بیان میں باب مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ حدیث نمبر: 13

اسلامی معاشرے میں حقوق و فرائض کی بنیاد پر توازن:

اسلامی معاشرت کا توازن حقوق و فرائض کی مناسب ادائیگی پر مبنی ہے۔ ایک مثالی اسلامی معاشرہ وہ ہے جہاں ہر فرد اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرتا ہے۔ اس توازن کے بغیر معاشرتی انصاف کا قیام ممکن نہیں۔

حقوق و فرائض کی عملی مثالیں:

اسلامی تاریخ میں خلافت راشدہ کے دور کو حقوق و فرائض کی مناسب ادائیگی کی عملی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور حکومت ایک مثالی دور تھا جہاں عدل و انصاف کا قیام حقوق و فرائض کے توازن پر مبنی تھا۔ انہوں نے خود کو لوگوں کے سامنے جواب دہ بنایا اور عوام کے حقوق کی حفاظت کی۔ [64]

اسلامی قوانین میں حقوق و فرائض کی پاسداری:

اسلامی قوانین میں حقوق و فرائض کی پاسداری پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت میں ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پورا کرے تاکہ دوسرے افراد کے حقوق محفوظ رہ سکیں۔ فقہ اسلامی میں مختلف شعبوں میں حقوق و فرائض کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جیسے کہ ازدواجی تعلقات، تجارت، اور وراثت۔

اسلامی تعلیمات میں حقوق و فرائض کا توازن ایک مرکزی اصول ہے جو معاشرتی انصاف اور امن و امان کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جب ہر فرد اپنے فرائض کی ادائیگی کرتا ہے، تو حقوق کا تحفظ یقینی ہو جاتا ہے، اور اس طرح ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

حصہ چہارم: جدید معاشرتی تناظر میں اسلام کا تصور حقوق و فرائض:

اسلام میں حقوق و فرائض کا تصور ایک متوازن معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جدید دور میں، جب معاشرتی اور اخلاقی اقدار تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں، اسلام کا یہ تصور نئے چیلنجز کے ساتھ سامنے آ رہا ہے۔ ان چیلنجز کے درمیان، اسلامی تعلیمات کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے ان کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

---

[64] Qizi, Eshquvvatova Mahfuza Qayimjon. "Umar Ibn Khttab as the Embodiment of Justice." *Horizon: Journal of Humanity and Artificial Intelligence* 2, no. 5 (2023): 29-31. https://univerpubl.com/index.php/horizon/article/view/1355

جدید دور میں حقوق و فرائض کا چیلنج:

جدید معاشرتی تناظر میں حقوق اور فرائض کے درمیان توازن برقرار رکھنا ایک بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ حقوق کا تصور عالمی سطح پر انسانی حقوق کی بنیاد پر فروغ پا رہا ہے، لیکن فرائض کی اہمیت میں کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ مغربی معاشرت میں انفرادی حقوق کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ یہ صورت حال معاشرتی توازن کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے۔[65]

مغربی اور اسلامی تصور حقوق کا موازنہ:

مغربی معاشرت میں حقوق کا تصور زیادہ تر فرد کی آزادی اور اس کے ذاتی حقوق پر مرکوز ہے۔ حقوق کی اس تعریف میں فرائض کی اہمیت کم ہو جاتی ہے یا اسے ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تصور میں حقوق اور فرائض دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام میں ہر حق کے ساتھ ایک فرض وابستہ ہے، اور فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پورا کرے تاکہ دوسروں کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔

حقوق کی بنیاد پر فرائض کی اہمیت کی کمی:

جدید معاشرت میں، حقوق کے تصور کو فروغ دیتے وقت فرائض کی ادائیگی کی اہمیت کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ رجحان ایک غیر متوازن معاشرتی نظام کی تشکیل کا باعث بن سکتا ہے، جہاں ہر شخص اپنے حقوق کا تقاضا کرتا ہے لیکن فرائض کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں، فرائض کی ادائیگی کے بغیر حقوق کا تقاضا کرنا ایک غیر اسلامی تصور ہے۔ جب تک فرد اپنے فرائض کو پورا نہیں کرتا، وہ حقوق کا حق دار نہیں ہو سکتا۔

[65] "Rights, Responsibilities, and Respect: A Balanced Citizenship Model for Schools of Business." *Journal of Academic Ethics*, accessed August 26, 2024. https://link.springer.com

اسلامی معاشرتی نظام کی افادیت:

اسلامی معاشرتی نظام کی افادیت اس بات میں مضمر ہے کہ اس میں حقوق و فرائض کے درمیان ایک متوازن تعلق قائم کیا گیا ہے۔ یہ نظام فرد اور معاشرت دونوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتا ہے اور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ہر فرد کے حقوق محفوظ رہیں۔ اس نظام کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے، جو ایک متوازن اور پائیدار معاشرتی نظام کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی معاشرتی نظام میں عدل و انصاف کی بنیاد:

اسلامی معاشرتی نظام میں عدل و انصاف کی بنیاد حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی پر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کی تاکید کی ہے۔ اگر فرائض کی ادائیگی کو نظر انداز کیا جائے تو عدل و انصاف کا قیام ممکن نہیں رہتا۔ اس لیے اسلامی نظام میں فرائض کی ادائیگی کو حقوق کی حفاظت کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔[66]

جدید مسائل کا اسلامی حقوق و فرائض کے نظام کے تحت حل:

جدید معاشرتی مسائل، جیسے کہ سماجی ناہمواری، معاشی عدم توازن، اور اخلاقی بحران، اسلامی حقوق و فرائض کے نظام کے تحت حل کیے جا سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں ہر مسئلے کا حل اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ وہ معاشرتی توازن کو برقرار رکھے۔ مثال کے طور پر، زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام کے ذریعے معاشی عدم توازن کو ختم کیا جا سکتا ہے، اور عدل و انصاف کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر سماجی ناہمواریوں کا ازالہ ممکن ہے۔[67]

اسلامی تعلیمات کی موجودہ دور میں اطلاق کی مثالیں:

موجودہ دور میں اسلامی تعلیمات کا اطلاق مختلف مسلم ممالک میں کیا جا رہا ہے۔ مختلف ممالک نے اپنے قوانین اور آئین میں اسلامی اصولوں کو شامل کیا ہے تاکہ حقوق و فرائض کا توازن برقرار رہے۔ سعودی عرب، ایران، اور پاکستان جیسے ممالک میں اسلامی قوانین کے تحت حقوق و فرائض کے اصولوں کو نافذ کیا گیا ہے۔ ان ممالک میں معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اسلامی تعلیمات کو قانون سازی اور عدالتی نظام میں شامل کیا گیا ہے۔[68]

---

[66] Sachedina, Abdulaziz. *Islam and the Challenge of Human Rights*. New York: Oxford University Press, 2009.
[67] ibid
[68] "Islamic Law and Human Rights." In *The Oxford Handbook of Islamic Law*, edited by Anver M. Emon and Rumee Ahmed, Oxford University Press, 2018.

عالمی انسانی حقوق کے تناظر میں اسلامی اصولوں کی مطابقت:

عالمی انسانی حقوق کے اصولوں اور اسلامی تعلیمات کے درمیان مطابقت کی بات کی جائے تو اسلامی اصول عالمی انسانی حقوق کے بنیادی تصورات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ اسلام میں حقوق و فرائض کی جو تعلیم دی گئی ہے وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ اسلام نے ہر فرد کے بنیادی حقوق کی حفاظت کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ فرائض کی ادائیگی کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ یہ توازن اسلامی تعلیمات کو عالمی سطح پر قابل عمل اور قابل قبول بناتا ہے۔[69]

اسلام کا تصور حقوق و فرائض، جدید معاشرتی چیلنجز کے باوجود، آج بھی ایک جامع اور متوازن نظام فراہم کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت حقوق اور فرائض کی ادائیگی معاشرتی انصاف اور امن کی ضمانت ہے، جو ایک مستحکم اور پائیدار معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے ضروری ہے۔ اسلامی اصول عالمی انسانی حقوق کے تناظر میں بہت اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ دونوں انسانی کرامت، مساوات اور انصاف کے بنیادی تصورات پر زور دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں انسانوں کے حقوق کا تحفظ کسی بھی دوسرے معاشرتی نظام سے کم نہیں ہے۔ مثلاً، اسلام میں زندگی، عزت، مال اور آزادی کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے، جو عالمی انسانی حقوق کے منشور میں بھی شامل ہیں۔ یہ اصول نہ صرف فرد کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں بلکہ معاشرتی ذمہ داریوں اور اخلاقی فرائض کی ادائیگی کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اس توازن کی بدولت اسلامی اصول عالمی سطح پر قابل قبول اور قابل عمل سمجھے جا سکتے ہیں، کیونکہ یہ اصول صرف فرد کی نہیں بلکہ معاشرے کی فلاح کے بھی ضامن ہیں۔

اسلامی اصولوں کے تحت حقوق اور فرائض کا ایک ہم آہنگ نظام معاشرتی انصاف اور امن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس نظام میں فرد کی آزادی اور معاشرتی ذمہ داری کے درمیان ایک توازن رکھا گیا ہے، جو کسی بھی معاشرتی بحران یا چیلنج کے دوران مستحکم معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں مدد دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں یہی توازن عالمی انسانی حقوق کے اصولوں سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ دونوں ہی نظام فرد کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے قیام پر زور دیتے ہیں۔ آج کے دور میں جہاں جدید معاشرتی چیلنجز موجود ہیں، اسلام کا یہ جامع اور متوازن نظام ایک موثر حل فراہم کرتا ہے، جو کہ نہ صرف اسلامی معاشروں بلکہ عالمی سطح پر بھی فلاحی اثرات مرتب کر سکتا ہے۔

[69] "Islamic Law and Human Rights." In *The Oxford Handbook of Islamic Law*, edited by Anver M. Emon and Rumee Ahmed, Oxford University Press, 2018.

فصلِ سوم: مختلف مذاہب کا تصورِ حقوق وفرائض

حقوق وفرائض کا تصور ہر مذہب میں موجود ہے، لیکن مختلف مذاہب نے ان تصورات کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ ہر مذہب اپنے پیروکاروں کو ان کے حقوق و فرائض کے بارے میں مخصوص تعلیمات فراہم کرتا ہے، جو ان کے اعتقادات، روایات اور معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد پر وضع کیے گئے ہیں۔ ان تصورات میں یکسانیت بھی پائی جاتی ہے اور اختلاف بھی، جو مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے ارتقاء کا نتیجہ ہے۔

اس فصل میں ہم مختلف مذاہب کے تصور حقوق و فرائض کا تجزیہ کریں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہ مذاہب کس طرح اپنے پیروکاروں کو حقوق و فرائض کی انجام دہی کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے معاشرتی اور انفرادی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ہندومت، عیسائیت، یہودیت، بدھ مت اور دیگر مذاہب کے حقوق وفرائض کے تصورات کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ یہ مذاہب کس طرح انسانی زندگی کو منظم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تجزیے کا مقصد مختلف مذاہب کے درمیان حقوق وفرائض کے حوالے سے موجود مشابہتوں اور اختلافات کو نمایاں کرنا ہے، تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ اسلام کا تصور حقوق و فرائض ان مذاہب سے کس طرح مختلف اور منفرد ہے۔ یہ فصل ہمیں اس بات کا شعور فراہم کرے گی کہ حقوق و فرائض کے اسلامی نظام کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے ہمیں دیگر مذاہب کے تصورات کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔

مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کا جائزہ :

محسن انسانیت رہبر آدمیت پیغمبر رحمت حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانیت مذہبی نسلی اور طبقاتی لحاظ سے انتشار کا شکار ہو چکی تھی انسانیت جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی شراب اور بت پرستی عروج پر تھی مصر ہندوستان بابل نینوا یونان اور چین کی تہذیبیں اپنا وجود کھو چکی تھی رومی اور ایرانی سلطنتوں کی ظاہری چمک و دمک تو آنکھوں کو خیرا کرنے والی تھی مگر عوام الناس کو بدترین ظلم و ستم کا سامنا کرناپڑ رہا تھا اس دور کی دو بڑی طاقتیں ایران اور روم ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھی

مختلف علاقے کبھی ایک حکومت کے قبضے میں آجاتے کبھی دوسری حکومت چھین لیتی فاتحین مفتوح عوام کے ساتھ ہر طرح کا ظلم کرنا جائز خیال کرتے تھے۔

جب رومی حکومت کسی علاقے پر قبضہ کرتی تو آتش کدے کلیسا بن جاتے اور جب ایرانی کسی علاقے پر فتح پاتے تو مفتوحہ علاقے کی کلیسا آتش کدوں میں تبدیل کر دیے جاتے مذہبی آزادی کا تصور معدوم ہو چکا تھا مفتوحین کے سامنے دو ہی راستے ہوتے یا تو فاتحین کا مذہب قبول کر لیں یا موت۔

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی آمد انسانیت کے لیے ضروری ہو چکی تھی انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی اللہ تعالی نے انسانیت پر اس احسان عظیم کو قرآن پاک میں اس کا ذکر اس انداز میں کیا ہے ارشاد ہے۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ﴾[70]

ترجمہ اللہ تعالی نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جبکہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا

دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾[71]

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

یہودیت اور انسانی حقوق :

یہودی مذہب (یہودیت) دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے، جس کی جڑیں قدیم ابراہیمی مذاہب میں پیوستہ ہیں۔ یہودیت نے انسانی حقوق کی تشریح اور ان کے فروغ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہودی روایت میں انسانی حقوق کے تصورات مذہبی اصولوں اور احکامات سے جڑے ہوئے ہیں، جو تورات، تلمود، اور دیگر مقدس متون میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہودی نظریات کے مطابق، ہر انسان کو خدا کی تخلیق کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر ہر شخص کے حقوق کا احترام ضروری ہے۔

---

[70] آل عمران 3/164

[71] الجمعة 62/2

خدا کی تخلیق اور انسانی وقار

یہودی مذہب میں انسانی حقوق کی بنیادی جڑیں اس عقیدے میں ہیں کہ ہر انسان کو خدا نے اپنی صورت میں پیدا کیا ہے۔ تورات میں بیان کیا گیا ہے:

"پس خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت پر اس نے اسے پیدا کیا، مرد اور عورت اس نے انہیں پیدا کیا"[72]۔

اس تصور کے مطابق، ہر انسان کا ایک خاص وقار اور عزت ہے جو کہ اس کے خالق کی دی گئی ہے، اور اس وقار کی پامالی کرنا خدا کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

یہودی مذہب میں انسانی حقوق کی تعلیمات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ حقوق و فرائض کی یکسانی پر زور دیا جاتا ہے۔ یہودی قانون (ہلاخہ) کے مطابق، ہر شخص کو نہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے بلکہ دوسروں کے حقوق کا احترام بھی کرنا چاہیے۔ تلمود میں ایک مشہور قول ہے: "جو چیز تمہارے لیے پسند نہ ہو، وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو"[73]۔ اس قول کی روشنی میں، یہودی مذہب میں انسانی حقوق کا تصور ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کے ساتھ مربوط ہے۔

حقوق و فرائض کی یکسانیت: یہودیت میں انسانی حقوق اور فرائض کا تصور ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ یہودی قانون میں حقوق کا تعین کرتے وقت فرائض پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، تورات میں والدین کے احترام کا حکم دیا گیا ہے[74] اور اس

---

[72] پیدائش: 1:27

[73] خروج: 12: 31

[74] خروج 20:12

کے ساتھ ساتھ بچوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔اسی طرح، ملازمین اور غلاموں کے حقوق کا بھی ذکر تورات میں ملتا ہے[75]۔

یہودی روایات میں "پیغامبروں کی کتابیں" ایک اہم مقام رکھتی ہیں، جہاں نبیوں نے عدل وانصاف کی تعلیمات کو فروغ دیا ہے۔ یسعیاہ نبی کا قول ہے: "عدل کو جاری کرو اور صداقت کے طالب بنو"[76]۔اس طرح، عدل وانصاف کا فروغ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک بنیادی اصول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

مذہبی آزادی اور حقوق

یہودیت میں مذہبی آزادی کو بھی ایک اہم حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔تورات اور تلمود میں مذہبی عقائد کی آزادی پر زور دیا گیا ہے،اور ہر فرد کو اپنی مذہبی زندگی گزارنے کا حق دیا گیا ہے۔تلمود میں بیان کیا گیا ہے کہ "ہر شخص کو حق ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے جس طرح وہ چاہے"[77]۔ مذہبی آزادی کے اس اصول کی وجہ سے یہودی برادری میں مختلف مذہبی اور فکری مکاتب فکر کے احترام کا رجحان پایا جاتا ہے۔

غلامی اور انسانی حقوق

یہودی مذہب میں غلامی کے مسئلے پر بھی تفصیلی بحث ملتی ہے۔اگرچہ قدیم دور میں غلامی ایک عام رواج تھا، مگر تورات اور تلمود میں غلاموں کے حقوق کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔تورات میں بیان کیا گیا ہے: "اپنے غلام کو ساتویں سال میں آزاد کرو"[78]۔ اسی طرح، تلمود میں غلاموں کے ساتھ نرمی اور انصاف سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔[79] یہ تعلیمات اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ یہودیت میں انسانی وقار کا احترام ہر صورت میں لازمی ہے، چاہے وہ شخص غلام ہی کیوں نہ ہو۔

جنگ اور امن کے اصول

---

[75]استثنا: 15-24:14

[76]یسعیاہ: 1:17

[77]حبکوک: 3

[78]خروج: 21:2

[79]تواریخ: 110

یہودی مذہب میں جنگ اور امن کے اصولوں پر بھی تفصیلی تعلیمات موجود ہیں۔ تورات میں جنگ کے دوران انسانی حقوق کا احترام کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر، جنگ کے دوران شہریوں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔[80] تلمود میں بھی جنگ کے دوران انسانی حقوق کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ "جو شخص ایک انسان کو بچاتا ہے، وہ پوری دنیا کو بچاتا ہے"[81]۔

یہودی روایت میں امن کو ایک اعلیٰ مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یسعیاہ نبی کا قول ہے: "قوی ہو جاؤ اور دل کو مضبوط کرو، اے سب کے سب جو خداوند پر انتظار کرتے ہو"[82]۔ یہودی مذہب میں امن کی اہمیت کو اس حد تک بڑھایا گیا ہے کہ تلمود میں کہا گیا ہے: "دنیا کا سب سے بڑا مقصد امن ہے"[83]۔

جدید دور میں یہودی مذہب اور انسانی حقوق

جدید دور میں فلسطین میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ایک اہم اور حساس مسئلہ بنی ہوئی ہیں، جہاں اسرائیل کی ریاستی پالیسیوں کے تحت فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ اسرائیلی حکومت اور فوج کے ہاتھوں فلسطینی عوام کے قتل، جبری بے دخلی، اور گھروں کی مسماری جیسے اقدامات نے بین الاقوامی سطح پر تنقید کو جنم دیا ہے۔ یہ اقدامات یہودی مذہبی تعلیمات کے اس اصول کے خلاف ہیں جو انسانی وقار اور انصاف پر زور دیتا ہے۔ فلسطین میں جاری تشدد اور انسانی حقوق کی پامالی کو عالمی برادری انسانی حقوق کے خلاف ایک سنگین جرم قرار دیتی ہے۔

اس کے باوجود، یہودی برادری کے اندر کئی گروہ اور افراد ایسے ہیں جو اسرائیلی حکومت کی پالیسیوں اور فلسطین میں ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ یہ گروہ انسانی حقوق کے تحفظ اور انصاف کی بحالی کے لیے سرگرم ہیں اور فلسطینی عوام کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان یہودی گروہوں کا موقف ہے کہ اسرائیل کی موجودہ پالیسیوں کا یہودی مذہبی تعلیمات اور

---

[80] استثنا: 20:19-20

[81] عموس: 37

[82] یسعیاہ: 35:4

[83] سموئیل: 10

اخلاقیات سے کوئی تعلق نہیں،اور وہ اسرائیل سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ انسانی حقوق کا احترام کرتے ہوئے فلسطینیوں کے ساتھ انصاف اور امن کا راستہ اپنائے۔

عیسائیت اور انسانی حقوق:

اسلام کی آمد سے قبل عیسائیت مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم تھی اور یہ فرقے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے دوسرے مذاہب کے ساتھ وابستہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا تو درکنار یہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو انسانی حقوق دینے پر راضی نہ تھے ۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

عیسائی پادریوں کے اصف اعظم سینٹ سرل نے ایک مرتبہ اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کیا اور ان سب کو جلاوطن کر دیا ان کی عبادت گاہیں زمین بوس کر دی گئیں یہی حالت ان تمام ملکوں کی تھی جہاں رومیوں کے زیر سایہ عیسائی مذہب پھیلا تھا۔یعقوبی نستوری اور دیگر فرقے جو سرکاری عیسوی مذہب سے الگ تھے وہ دور دراز علاقوں میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور تھے[84]

پانچویں صدی میں چرچ کا مشن تھا کہ جہاں جہاں اس کے پاس سیاسی قوت موجود ہے یعنی مغرب اور مشرق دونوں جگہ وہاں دوسرے مذاہب اور عقائد کا خاتمہ کر دیا جائے۔ایک قانون کے تحت جو لوگ عیسائی نہیں تھے ان کی اور منحرفین کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں سزاؤں میں موت کی سزا تجویز ہوئی جس میں انہیں مصلوب کیا جاتا زندہ جلا دیا جاتا یا جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا۔[85]

خود مستشرق جارج سیل نے عیسائیت کی تنگ نظری کے بارے میں یوں اظہار کیا ہے:

---

[84] شبلی نعمانی ،*الفاروق* .لاہور: ندوۃ المصنفین،1899. صفحہ 104

[85] ایضاً

اگرچہ کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے کر ڈالے تھے امن محبت اور نیکی کو مفقود کر دیا تھا جسٹینن کے عہد میں تنگ نظری کا یہ عالم تھا کہ اپنے عقیدے کے مخالفین کو مار ڈالنا کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔

قسطنطین اعظم نے جب عیسائیت کو قبول کیا اور مسیحیت ایک مملکت کا مذہب بن گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی شمشیر زنوں کے سامنے کوئی اخلاقی حد قائم نہ رہ سکی مسیحیت تلوار کے زور سے پھیلتی گئی انسانی خون سے خدا کی زمین رنگین ہو گئی 630 عیسوی میں ہرقل نے عیسائیت پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے امام پر یہودیوں سے انتقامی جذبے کے تحت انتقام لیا اور یہودی مفتوحین کا اس طرح قتل عام کیا کہ رومی سلطنت میں صرف وہ یہودی بچ سکے جو ملک چھوڑ کر چلے گئے یا کہیں چھپے رہے۔[86]

عیسائی تعلیمات میں حقوق

عیسائیت میں انسانی حقوق کا تصور بنیادی طور پر بائبل کی تعلیمات اور یسوع مسیح کی ہدایات پر مبنی ہے۔ انسانی وقار، مساوات، انصاف، اور محبت جیسے اصول عیسائی اخلاقیات کا بنیادی حصہ ہیں۔

1.1 انسانی وقار اور برابری

بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ **"خدا نے انسان کو اپنی صورت میں پیدا کیا "**،[87] جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ یہ تصور عیسائیت میں مساوات اور انسانی حقوق کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

عیسائی مفکرین جیسے **سینٹ آگسٹین** اور **سینٹ تھامس ایکوئناس** نے بھی انسانی وقار پر زور دیا ہے۔ ایکوئناس کے مطابق، ہر انسان کے اندر الٰہی حکمت شامل ہے، جو اسے دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔[88]

1.2 معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق

---

[86] شبلی نعمانی ۔ سیرت النعمان ۔(لاہور: ندوۃ المصنفین، 1898.) صفحہ 350

[87] پیدائش 1:27

[88] Thomas Aquinas, *Summa Theologica*, trans. Fathers of the English Dominican Province (New York: Benziger Brothers, 1947), 92.

معاشرتی انصاف عیسائی تعلیمات کا ایک لازمی جزو ہے۔ بائبل کی کتاب **"امثال (Proverbs)"** اور **"یسعیاہ (Isaiah)"** میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ غریبوں، یتیموں، اور بے سہاروں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔[89]

پاپ جان پال دوم نے اپنی تصانیف میں عیسائیت میں معاشرتی انصاف کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی صرف قانونی مسئلہ نہیں بلکہ مذہبی اور اخلاقی مسئلہ بھی ہے، اور ہر عیسائی کو انصاف کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔[90]

1.3 محبت اور معافی کا حق

یسوع مسیح کی تعلیمات میں محبت اور معافی کو خصوصی حیثیت دی گئی ہے۔ انجیل میں کہا گیا ہے" : **دشمنوں سے محبت کرو اور ان کے لیے دعا کرو جو تمہیں ستاتے ہیں**[91] "۔

یہ تعلیمات امن، ہم آہنگی، اور انسانی تعلقات میں بہتری کے لیے نہایت اہم سمجھی جاتی ہیں۔ بائبل کے مطابق، معافی صرف دوسروں کے لیے ضروری نہیں بلکہ یہ خود انسان کی روحانی ترقی اور خدا کی قربت کا ذریعہ بھی ہے۔

2. عیسائی تعلیمات میں فرائض

عیسائی تعلیمات میں فرائض کا تصور حقوق کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جس طرح ہر انسان کو وقار اور انصاف کا حق حاصل ہے، اسی طرح ہر عیسائی پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرے اور اپنی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو اپنائے۔

2.1 دوسروں کی خدمت کا فرض

---

[89] *Holy Bible*, Proverbs 31:8-9; Isaiah 1:17.

[90] Pope John Paul II, *On Human Work* (Laborem Exercens) (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 1981), 15.

[91] متی 5:44

یسوع مسیح کی تعلیمات میں دوسروں کی مدد کرنا اور ان کی خدمت کرنا ایک اہم فرض قرار دیا گیا ہے۔ بائبل میں کہا گیا ہے" :**جو سب سے بڑا بننا چاہتا ہے، وہ سب کا خادم ہو**[92] "۔

یہ تعلیمات سماجی بہبود اور انسانی خدمت کی ترغیب دیتی ہیں، جس کی جھلک عیسائی خیراتی تنظیموں جیسے **کیتھولک ریلیف سروسز** اور **ورلڈ ویژن** میں دیکھی جا سکتی ہے۔[93]

2.2 محبت اور ایثار

عیسائیت میں محبت اور ایثار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یسوع مسیح نے فرمایا:
"**سب سے بڑی محبت وہ ہے جو اپنی جان دوسروں کے لیے قربان کرے** "۔[94]

یہی وجہ ہے کہ عیسائیت میں قربانی، ہمدردی، اور دوسروں کی مدد کرنے کو سب سے بڑی نیکیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سینٹ فرانسس آف اسیسی کی تعلیمات بھی اس اصول کی وضاحت کرتی ہیں، جہاں وہ کہتے ہیں کہ اصل روحانی زندگی ایثار اور محبت میں مضمر ہے۔

2.3 خدا کی اطاعت اور اخلاقی ذمہ داری

عیسائیت میں خدا کی اطاعت سب سے بڑی ذمہ داریوں میں شمار ہوتی ہے۔ بائبل میں درج ہے:
"**خدا کے احکام کی پیروی کرو** "۔[95]

یہ تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ہر عیسائی کو اپنی زندگی خدا کے احکامات کے مطابق گزارنی چاہیے۔ اس حوالے سے **پروٹیسٹنٹ اخلاقیات** میں خاص طور پر یہ تصور ملتا ہے کہ ہر فرد کو دنیا میں نیکی اور خدا کی رضا کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

---

[92] مرقس 10:44

[93] "Catholic Relief Services," accessed February 1, 2025, https://www.crs.org/.

[94] یوحنا 15:13

[95] استثناء 10:12

عیسائی تعلیمات میں انسانی حقوق اور فرائض کا گہرا تعلق ہے۔ جہاں ایک طرف عیسائیت انسان کے وقار، انصاف، اور محبت کے حقوق کا دفاع کرتی ہے، وہیں دوسری طرف یہ ہر فرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرے اور اپنی زندگی میں قربانی، خدمت، اور اطاعت کو اپنائے۔

جدید تناظر میں، عیسائیت کے یہ اصول انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور (Universal Declaration of Human Rights) سے کافی مماثلت رکھتے ہیں۔[96] اس لیے عیسائیت کو انسانی حقوق اور اخلاقیات کے حوالے سے ایک اہم مذہب قرار دیا جا سکتا ہے جو دنیا میں امن، محبت، اور انصاف کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ہندومت اور انسانی حقوق:

ہندومت کی مذہبی تعلیمات کی بنیاد وید ہے جن کی تعلیمات اپنے مخالفین اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا درس دیتی ہے سوامی دیانت نے یجروید کی تعلیمات کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلاؤ۔

اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑواڈالو۔

گردنیں کاٹ دو مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیئے جائیں۔[97]

ہندو مذہب دیگر مذاہب کے ساتھ کس طرح کا رویہ رکھنے کی تعلیمات دیتا ہے وید میں ذکر ہے

اے اندر دیوتا تو غیر کے دھرموں کو کب یوں کچل کر تباہ کر دے گا جیسے چھتری والے پھول کو پاؤں سے کچل کر تباہ کر دیا جاتا ہے اے اندر تو کب ہماری دعاؤں کو سنے گا[98]

[96] United Nations, *Universal Declaration of Human Rights*, 1948, Article 1.

[97] Singh, Bawa Chhajju, and Lal Dwarka Das. *The Life and Teachings of Swami Dayanand Saraswati*. Lahore: The Addison Press, 1903. Accessed June 14, 2024. https://archive.org/details/dli.ernet.237857.

[98] Griffith, Ralph T.H., trans. *The Rig Veda*. London: Sacred Texts, 1896. Accessed August 14, 2024. https://sacred-texts.com/hin/rigveda/rv02012.htm.

یہ رویہ ہندو مت کا اپنے مذہب کے علاوہ انسانوں کے ساتھ ہے جس میں مذہبی انتہا پسندی ظلم و تشدد ادم برداشت انتہا پر ہے یہاں تک کہ اپنے ہی مذہب کے ان پیروں کاروں کے ساتھ رویہ نچلی ذات سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہے

منو شاستر ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے جسے درجہ استناد حاصل ہے اس میں تحریر ہے۔

قادر مطلق نے دنیا کی بابود کے لیے برہمن کو اپنے منہ سے کھشتری کو اپنے کندھوں سے ویش کو اپنی رانوں سے اور شودر کو اپنے پاؤں سے پیدا کیا[99]

ہندو مت کی مذہبی تعلیمات کے اندر غیر ہندو لوگوں کے لیے کسی قسم کے حقوق کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اپنے مخالفین کو سخت سے سخت سزائیں دینا ان کی تعلیمات کا حصہ ہے ہندو تعلیمات کے مطابق تمام انسان تو دور کی بات ہندو عقیدے سے تعلق رکھنے والے تمام انسان بھی اپس میں برابر نہیں ہیں ہندو مذہب کے مطابق انسانوں کو انہی چار طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ہندو مت کا ذات پات کا نظام ایک ایسا سماجی ڈھانچہ ہے جو انسانی مساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے اصولوں سے متصادم ہے۔ یہ نظام پیدائش کی بنیاد پر افراد کی سماجی حیثیت اور مواقع کو طے کرتا ہے، جو ایک غیر منصفانہ رویہ ہے۔ کسی بھی جدید اور جمہوری معاشرے میں تمام انسانوں کو برابر سمجھا جاتا ہے، مگر ہندو مت کی مذہبی تعلیمات میں دی گئی تقسیم ایک خاص طبقے کو برتر جبکہ دوسرے طبقات کو کمتر تصور کرتی ہے۔ اس سے معاشرتی ناہمواری پیدا ہوتی ہے اور مختلف طبقات کے درمیان مستقل کشیدگی برقرار رہتی ہے۔

ذات پات کا یہ نظام محض ایک نظریاتی ڈھانچہ نہیں بلکہ عملی طور پر بھی لاکھوں انسانوں کی زندگیوں پر منفی اثرات مرتب کرتا رہا ہے۔ شودر طبقے کے افراد کو کئی صدیوں تک بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا، ان پر اعلیٰ ذاتوں کے مندروں میں داخلے پر پابندی رہی، اور انہیں کمتر درجے کا شہری سمجھا گیا۔ اگرچہ بھارت کے آئین نے 1950 میں اس نظام کو ختم کرنے کے لیے قوانین متعارف کروائے، لیکن آج بھی سماجی سطح پر یہ نظام برقرار ہے۔ ہندوستانی دیہی علاقوں میں آج بھی شودروں کو امتیازی

[99] Manu. *The Laws of Manu.* Translated by Wendy Doniger and Brian K. Smith. New York: Penguin Books, 1991.

سلوک کا سامنا ہے، اور انہیں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ یہ صورتحال انسانی وقار اور انصاف کے اصولوں کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

ہندومت کے اس طبقاتی نظام کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ یہ کسی فرد کو اپنی محنت، قابلیت، یا اخلاقی کردار کی بنیاد پر آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیتا۔ برہمنوں کو پیدائشی طور پر مذہبی اور علمی برتری حاصل ہوتی ہے، جبکہ شودروں کو کمتر درجے پر رکھا جاتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو۔ یہ نظام انسانی ترقی اور سماجی ہم آہنگی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے، کیونکہ یہ محض وراثت کی بنیاد پر برتری اور کمتری کا فیصلہ کرتا ہے۔

مزید برآں، غیر ہندو افراد کے لیے ہندومت میں کسی خاص حقوق کا تذکرہ نہ ہونا بھی ایک قابل غور پہلو ہے۔ جہاں دیگر مذاہب میں غیر پیروکاروں کے ساتھ اچھے سلوک اور رواداری کا تصور موجود ہے، وہیں ہندو مذہبی کتابوں میں غیر ہندو افراد کے لیے انتہائی سخت احکامات ملتے ہیں۔ انہیں "ملیچھ" (ناپاک) کہا جاتا ہے اور بعض ہندو دھارمک شاستروں میں ان کے لیے سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ یہ رویہ ایک ایسے معاشرتی ڈھانچے کی عکاسی کرتا ہے جہاں مذہبی رواداری اور برابری کی کمی ہے، جو کہ کسی بھی ترقی یافتہ اور منصفانہ معاشرے کے اصولوں کے خلاف ہے۔

جدید دنیا میں جہاں مساوات، انسانی حقوق، اور مذہبی آزادی کو بنیادی اقدار تسلیم کیا جا چکا ہے، وہاں ہندومت کا ذات پات کا نظام ایک دقیانوسی اور غیر منصفانہ روایت معلوم ہوتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ معاشروں میں یہ اصول قابل قبول نہیں کہ کسی انسان کی عزت، پیشہ، یا معاشرتی مقام اس کی پیدائش کے ساتھ ہی طے کر دیا جائے۔ اگر ہندومت کو ایک جدید، مساوات پر مبنی مذہب کے طور پر دنیا میں تسلیم کرانا ہے، تو اس میں موجود ذات پات کی تفریق اور غیر ہندوؤں کے ساتھ امتیازی سلوک کو مکمل طور پر ختم کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر، نہ صرف ہندو سماج میں استحصال اور ناانصافی برقرار رہے گی بلکہ عالمی سطح پر بھی اس کی ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔

بدھ مت اور انسانی حقوق :

بدھ مت، جو 2500 سال قبل مہاتما بدھ کی تعلیمات پر مبنی ہے، ایک ایسا مذہب اور فلسفہ ہے جو انسانی وقار، عدم تشدد، مساوات، اور ہمدردی پر زور دیتا ہے۔ بدھ مت کی بنیادی تعلیمات میں یہ تصور موجود ہے کہ ہر انسان کو اپنے اعمال کی آزادی

حاصل ہے، اور ہر انسان کے ساتھ احترام اور عزت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ ان اصولوں کے تحت، بدھ مت انسانی حقوق اور معاشرتی انصاف کے کئی پہلوؤں سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔

.1 بدھ مت میں انسانی حقوق کا تصور

1.1 عدم تشدد اور انسانی وقار

بدھ مت کی سب سے بنیادی تعلیم **اہنسا** (عدم تشدد) ہے، جس کے مطابق کسی بھی جاندار کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچانا ممنوع ہے۔ بدھ مت کے مشہور متن دھممپد میں کہا گیا ہے:

"وہ شخص جو دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتا اور سب کے لیے کرنوں کی طرح روشنی پھیلاتا ہے، وہی حقیقی بدھ مت کے اصولوں پر عمل پیرا ہے۔"[100]

یہ تعلیمات انسانی حقوق کے اس اصول سے مطابقت رکھتی ہیں، جس کے تحت ہر فرد کو تشدد سے آزاد اور عزت و وقار کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے۔

1.2 مساوات اور برابری

بدھ مت میں تمام انسانوں کو مساوی سمجھا جاتا ہے، اور کسی بھی شخص کو ذات پات، نسل، یا جنس کی بنیاد پر دوسرے سے کم تر نہیں سمجھا جاتا۔ بدھ مت کے نظریے کے مطابق، ہر انسان کو **کرما** (اعمال) کی بنیاد پر پرکھا جانا چاہیے، نہ کہ اس کے سماجی مرتبے کی بنیاد پر۔

مہایان بدھ مت کے مطابق، نجات صرف برہمنوں یا مذہبی رہنماؤں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر انسان کے لیے ممکن ہے۔ اس نظریے نے تاریخ میں کئی سماجی اصلاحی تحریکوں کو جنم دیا، جن میں ذات پات کے خلاف آواز بلند کی گئی۔

---

[100] *Dhammapada*, trans. Thanissaro Bhikkhu (Kandy: Buddhist Publication Society, 1997), verse 223.

1.3 مذہبی آزادی اور رواداری

بدھ مت ایک ایسا مذہب ہے جو کسی پر اپنی تعلیمات زبردستی لاگو کرنے کے بجائے دوسروں کے عقائد اور روایات کا احترام کرتا ہے۔ بدھ مت کے کئی نصوص میں ذکر ہے کہ ہر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق روحانی راستہ چننے کی آزادی ہونی چاہیے۔[101]

یہ اصول اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیے کے اس شق سے مشابہت رکھتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ہر فرد کو آزادی سے مذہب اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے۔[102]

.2 بدھ مت میں فرائض اور سماجی ذمہ داریاں

2.1 رحم دلی اور ہمدردی

بدھ مت میں رحم دلی (Karuna) اور ہمدردی (Metta) کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ مہاتما بدھ کے مطابق:

"ایک سچا بدھ پیروکار وہی ہے جو دوسروں کے لیے ویسا ہی محسوس کرے جیسا وہ اپنے لیے محسوس کرتا ہے۔"[103]

یہ تعلیمات آج کے انسانی حقوق کے تصورات جیسے **سوشل جسٹس**، **فلاح و بہبود**، اور **انسانی ہمدردی** کے اصولوں سے جڑی ہوئی ہیں۔

2.2 سخاوت اور خیرات

بدھ مت میں *دانا* (Dāna) یعنی خیرات اور سخاوت ایک لازمی فرض قرار دیا گیا ہے۔ بودھ روایات میں ذکر ہے کہ دولت اور طاقت کو دوسروں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اور معاشرے میں برابری کو فروغ دینا چاہیے۔[104]

2.3 امن اور تنازعات کا حل

---

[101] Paul Williams, *Mahayana Buddhism: The Doctrinal Foundations* (London: Routledge, 2009), 47.

[102] Richard Gombrich, *Theravada Buddhism: A Social History* (New York: Routledge, 2006), 89.

[103] United Nations, *Universal Declaration of Human Rights*, 1948, Article 18.

[104] *Dhammapada*, verse 129.

بدھ مت میں عدم تشدد کے اصول کے تحت تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ دھمپد میں کہا گیا ہے:

"نفرت کو نفرت سے ختم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ صرف محبت ہی اسے ختم کر سکتی ہے۔"[105]

یہ اصول آج کی دنیا میں **پرامن بقائے باہمی** اور **تنازعات کے حل** میں ایک بنیادی رول ادا کر سکتا ہے۔

3. جدید دنیا میں بدھ مت اور انسانی حقوق

3.1 بدھ مت اور جدید انسانی حقوق کی تحریکیں

بدھ مت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی تنظیمیں انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہیں، جیسے:

- **Dalai Lama Foundation**، جو تبتی عوام کے حقوق اور عالمی امن کے لیے سرگرم ہے۔[106]
- **Engaged Buddhism Movement**، جس کے بانی تھچ نات ہان ہیں، جو انسانی حقوق، ماحولیاتی تحفظ، اور سماجی انصاف کے لیے کام کر رہے ہیں۔[107]

سکھ مذہب میں حقوق و فرائض کا تصور:

سکھ مت ایک توحیدی مذہب ہے جو پندرہویں صدی میں برصغیر میں ابھرا۔ اس کی بنیاد گرو نانک (1469-1539) نے رکھی، اور ان کے بعد آنے والے نو گروؤں نے اس مذہب کی تعلیمات کو مزید مستحکم کیا۔ سکھ مت میں انسانی حقوق، سماجی انصاف، مساوات اور خدمتِ خلق کو بنیادی اصولوں کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس مذہب میں نہ صرف حقوق بلکہ فرائض کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے، جو کسی بھی معاشرتی نظام کی پائیداری کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

---

[105] Damien Keown, *Buddhism and Ethics* (Oxford: Oxford University Press, 2005), 112.

[106] *Dhammapada*, verse 5.

[107] "Dalai Lama Foundation," accessed February 2, 2025, https://www.dalailamafoundation.org.

سکھ مت میں انسانی حقوق کا تصور:

سکھ مذہب میں انسانی حقوق کو الوہی احکامات کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جہاں ہر انسان کو برابری اور انصاف فراہم کرنا بنیادی اصول ہے۔ گرو گرنتھ صاحب) سکھوں کی مقدس کتاب (میں واضح طور پر کہا گیا ہے:

ਨਾਨਕ ਨਾਮ ਚੜ੍ਹਦੀ ਕਲਾ, ਤੇਰੇ ਭਾਣੇ ਸਰਬੱਤ ਦਾ ਭਲਾ

(نانک، تیرے نام کی برکت سے سب کا بھلا ہو۔[108]

بنیادی انسانی حقوق

۱۔مذہبی آزادی :سکھ مت کے مطابق ہر فرد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ گرو نانک نے خود دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مذہبی مکالمہ کیا اور مذہبی ہم آہنگی کی حمایت کی۔[109]

۲۔معاشرتی مساوات :سکھ مذہب ذات پات کی تفریق کو مسترد کرتا ہے اور تمام انسانوں کو برابر تصور کرتا ہے۔[110]

۳۔خواتین کے حقوق :سکھ مت میں خواتین کو مردوں کے برابر حقوق دیے گئے ہیں۔[111]

سکھ مت میں فرائض کا تصور:

۱۔دیانت داری اور محنت :سکھ مت کے مطابق ہر شخص کو ایمانداری اور محنت سے روزی کمانی چاہیے۔[112]

۲۔خدمت خلق :سیوا) خدمت (سکھ مذہب کا ایک لازمی عنصر ہے، جہاں بغیر کسی ذاتی مفاد کے دوسروں کی مدد کی جاتی ہے۔[113]

سکھ مت اور جدید انسانی حقوق

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر (1948) میں بیان کردہ اصول اور سکھ مت کی تعلیمات میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ سکھ مذہب میں انسانی حقوق اور فرائض کو ایک دوسرے کا تکمیلی حصہ قرار دیا گیا

[108] Guru Granth Sahib, p. 286.
[109] Harbans Singh, The Heritage of the Sikhs (Delhi: Manohar Publishers, 1983), 45.
[110] W.H. McLeod, *Sikhs and Sikhism* (New Delhi: Oxford University Press, 1999), 78.
[111] Guru Granth Sahib, p. 473.
[112] Joginder Singh, The Sikh Way of Life (Chandigarh: Sikh University Press, 2002), 56.
[113] Eleanor Nesbitt, *Sikhism: A Very Short Introduction* (Oxford: Oxford University Press, 2016), 88.

ہے۔ جہاں ایک طرف ہر فرد کو آزادی اور انصاف کے بنیادی حقوق حاصل ہیں، وہیں اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں ایمانداری، خدمت اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کے مطابق ادا کرے۔

باب سوم: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق وفرائض

فصلِ اوّل: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض

فصلِ دوم: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق

باب سوم: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

دنیا بھر میں انسانی حقوق کے تحفظ اور معاشرتی انصاف کے قیام کے لیے مختلف قوانین اور دستاویزات کا کردار ہمیشہ سے اہم رہا ہے۔ایسے ہی دو اہم دستاویزات، میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان، نہ صرف انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے مثالیں ہیں بلکہ اقلیتوں کے حقوق و فرائض کے تعین میں بھی ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

میثاقِ مدینہ، جسے تاریخ میں پہلا تحریری آئین بھی کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ میں مختلف قبائل اور مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کا مقصد مدینہ میں بسنے والے مختلف گروہوں کے درمیان عدل و انصاف کا قیام اور ان کے حقوق و فرائض کی وضاحت کرنا تھا۔ اس معاہدے نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پرامن بقائے باہمی کی بنیاد رکھی اور انہیں ایک مشترکہ معاشرتی نظام کے تحت زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کی۔

اسی طرح، دستورِ پاکستان، جو کہ 1973 میں پاکستان کی اسلامی جمہوریہ کے قیام کے بعد تشکیل دیا گیا، ملک کے تمام شہریوں کے حقوق و فرائض کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ دستور اسلامی اصولوں پر مبنی ہے اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ دستورِ پاکستان میں اقلیتوں کو آزادی، مساوات، اور انصاف کے حقوق فراہم کیے گئے ہیں، جو ملک کے مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان ہم آہنگی اور یکجہتی کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

یہ باب میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا جائزہ لیتا ہے۔ باب کے مختلف فصول میں ان دونوں اہم دستاویزات کی روشنی میں اقلیتوں کے فرائض اور حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ کس طرح یہ قوانین اور معاہدات مختلف گروہوں کے درمیان پرامن بقائے باہمی کے قیام میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

فصلِ اوّل میں، میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں اقلیتوں کے فرائض پر غور کیا جائے گا۔ اس فصل میں یہ وضاحت کی جائے گی کہ ایک اسلامی ریاست کے دائرے میں اقلیتوں کو کن فرائض کی ادائیگی کرنی چاہیے تاکہ وہ معاشرتی توازن اور امن کو برقرار رکھ سکیں۔

فصلِ دوم میں، اقلیتوں کے حقوق کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ اس میں یہ بتایا جائے گا کہ میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان اقلیتوں کو کون سے حقوق فراہم کرتے ہیں اور کس طرح یہ حقوق انہیں ایک آزاد اور محفوظ ماحول فراہم کرتے ہیں۔

اس باب کا مقصد اقلیتوں کے حقوق و فرائض کے اسلامی اور قانونی تناظر کو اجاگر کرنا ہے تاکہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان ہم آہنگی اور یکجہتی کی فضا پیدا ہو سکے۔ یہ تحقیق اس بات کی وضاحت کرے گی کہ اسلامی تعلیمات اور پاکستانی آئین میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض کے حوالے سے کیا موقف ہے اور کیسے یہ اصول ایک مستحکم اور پرامن معاشرتی نظام کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

فصل اول: میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض

میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان دونوں ہی اسلامی تعلیمات اور انسانیت کے عالمگیر اصولوں پر مبنی معاہدات اور دستاویزات ہیں جنہوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حقوق و فرائض کا ایک متوازن نظام قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ میثاقِ مدینہ، جو نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ کے مختلف قبائل اور مذاہب کے درمیان طے پایا، اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔ یہ معاہدہ پہلی بار مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے حامل افراد کو ایک مشترکہ معاشرتی نظام کے تحت زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

میثاقِ مدینہ میں واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ مدینہ کی ریاست میں بسنے والے ہر فرد، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، کے کچھ فرائض ہیں جنہیں ادا کرنا ان پر لازم ہے۔ ان فرائض کی ادائیگی سے نہ صرف حقوق کا تحفظ ممکن ہوتا ہے بلکہ معاشرتی نظام میں توازن اور ہم آہنگی بھی برقرار رہتی ہے۔ اس معاہدے نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریوں کو بھی متعین کیا تاکہ ایک مشترکہ معاشرتی نظام کے تحت سبھی افراد اپنے حقوق و فرائض کے توازن کو برقرار رکھ سکیں۔

اسی طرح، دستورِ پاکستان ایک آئینی دستاویز ہے جس نے ملک کے تمام شہریوں کے حقوق و فرائض کو متعین کیا ہے، جس میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ دستورِ پاکستان اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے اور اس میں اقلیتوں کے فرائض کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ اقلیتیں بھی ملک کے استحکام اور ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

فصلِ اول کا مقصد میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں اقلیتوں کے فرائض کو تفصیل سے بیان کرنا ہے۔ اس فصل میں یہ وضاحت کی جائے گی کہ کیسے میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان اقلیتوں کے فرائض کا تعین کرتے ہیں اور کیسے ان فرائض کی ادائیگی سے ایک متوازن اور پرامن معاشرتی نظام تشکیل پاتا ہے۔

یہ فصل اس بات کی نشاندہی کرے گی کہ اقلیتوں کے فرائض کی ادائیگی نہ صرف ان کے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ معاشرتی استحکام اور ہم آہنگی کے لیے بھی اہم ہے۔ اس میں ان ذمہ داریوں کو اجاگر کیا جائے گا جو اقلیتوں پر عائد ہوتی

ہیں تاکہ وہ اپنے معاشرتی اور قومی کردار کو بخوبی نبھا سکیں۔ فصلِ اول میں ان فرائض کی تفصیل بھی شامل ہو گی جو اقلیتوں کو ایک اسلامی ریاست کے تحت ادا کرنے چاہیے، تاکہ وہ ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشرتی نظام کا حصہ بن سکیں۔

اول: میثاقِ مدینہ کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض

میثاق مدینہ نے نہ صرف مسلمانوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا بلکہ اقلیتی گروہوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کو بھی بیان کیا، جو ایک ہم آہنگ بقائے باہمی کے ماڈل کی عظیم مثال ہے اور کثیر الجہتی معاشرتی اور حکومتی انتظامی امور میں میں عصری معاشروں کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس مبحث میں اقلیتوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کے کلیدی پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ میثاق مدینہ میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی جدید دور سے مطابقت بیان کرتے ہوئے ہر ذمہ داری کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

میثاقِ مدینہ کا متن:

1. هذا كتاب من محمد النبي (صلى الله عليه وسلم) بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم.
2. إنهم أمة واحدة من دون الناس.
3. المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين.
4. وبنو عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى وكل طائفة تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين.
5. وبنو الحارث، وبنو ساعدة، وبنو جشم، وبنو النجار، وبنو عمرو بن عوف، وبنو النبيت، وبنو الأوس، على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى وكل طائفة تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين.
6. وإن المؤمنين لا يتركون مفرحا بينهم أن يعطوه بالمعروف في فداء أو عقل.
7. ولا يحالف مؤمن مولى مؤمن دونه.
8. وإن المؤمنين المتقين على من بغى منهم أو ابتغى دسيعة ظلم، أو إثم، أو عدوان، أو فساد بين المؤمنين، وإن أيديهم عليه جميعا ولو كان ولد أحدهم.
9. ولا يقتل مؤمن مؤمنا في كافر، ولا ينصر كافرا على مؤمن.
10. وإن ذمة الله واحدة، يجير عليهم أدناهم، وإن المؤمنين بعضهم موالي بعض دون الناس.

11. وإنه من تبعنا من يهود فإن له النصر والأسوة غير مظلومين ولا متناصرين عليهم.

12. وإن سلم المؤمنين واحدة، لا يسالم مؤمن دون مؤمن في قتال في سبيل الله إلا على سواء وعدل بينهم.

13. وإن كل غازية غزت معنا يعقب بعضها بعضا.

14. وإن المؤمنين يبيء بعضهم على بعض بما نال دماءهم في سبيل الله.

15. وإن المؤمنين المتقين على أحسن هدى وأقومه.

16. وإنه لا يجير مشرك مالا لقريش ولا نفسا، ولا يحول دونه على مؤمن.

17. وإنه من اعتبط مؤمنا قتلا عن بينة فإنه قود به إلا أن يرضى ولي المقتول بالعقل.

18. وإن المؤمنين عليه كافة، ولا يحل لهم إلا قيام عليه.

19. وإنه لا يحل لمؤمن أقر بما في هذه الصحيفة وآمن بالله واليوم الآخر أن ينصر محدثا أو يؤويه، وإنه من نصره أو آواه فإن عليه لعنة الله وغضبه يوم القيامة، ولا يؤخذ منه صرف ولا عدل.

20. وإنكم مهما اختلفتم فيه من شيء فإن مرده إلى الله عز وجل، وإلى محمد صلى الله عليه وسلم.

21. وإن اليهود ينفقون مع المؤمنين ما داموا محاربين.

22. وإن يهود بني عوف أمة مع المؤمنين، لليهود دينهم وللمسلمين دينهم، مواليهم وأنفسهم إلا من ظلم وأثم فإنه لا يوتغ إلا نفسه وأهل بيته.

23. وإن ليهود بني النجار مثل ما ليهود بني عوف.

24. وإن ليهود بني الحارث مثل ما ليهود بني عوف.

25. وإن ليهود بني ساعدة مثل ما ليهود بني عوف.

26. وإن ليهود بني جشم مثل ما ليهود بني عوف.

27. وإن ليهود بني الأوس مثل ما ليهود بني عوف.

28. وإن ليهود بني ثعلبة مثل ما ليهود بني عوف، إلا من ظلم أو أثم فإنه لا يوتغ إلا نفسه وأهل بيته.

29. وإن جفنة بطن من ثعلبة كأنفسهم.

30. وإن لبني الشطبية مثل ما ليهود بني عوف، وإن البر دون الإثم.

31. وإن موالي ثعلبة كأنفسهم.

32. وإن بطانة يهود كأنفسهم.

33. وإنه لا يخرج منهم أحد إلا بإذن محمد صلى الله عليه وسلم.

34. وإنه لا ينحجز على ثأر جرح، وإنه من فتك فبنفسه فتك وأهل بيته، إلا من ظلم، وإن الله على أبر هذا.

35. وإن على اليهود نفقتهم، وعلى المسلمين نفقتهم، وإن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة، وإن بينهم النصح والنصيحة والبر دون الإثم.

36. وإنه لا يأثم امرؤ بحليفه، وإن النصر للمظلوم.

37. وإن اليهود ينفقون مع المؤمنين ما داموا محاربين.

38. وإن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة.

39. وإن الجار كالنفس غير مضار ولا آثم.

40. وإنه لا تجار حرمة إلا بإذن أهلها.

41. وإنه ما كان بين أهل هذه الصحيفة من حدث أو اشتجار يخاف فساده فإن مرده إلى الله عز وجل، وإلى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإن الله على أتقى ما في هذه الصحيفة وأبره.

42. وإنه لا تجار قريش ولا من نصرها.

43. وإن بينهم النصر على من دهم يثرب.

44. إذا دعوا إلى صلح يصالحونه ويلبسونه فإنهم يصالحونه ويلبسونه، وإنهم إذا دعوا إلى مثل ذلك فإنه لهم على المؤمنين إلا من حارب في الدين.

45. على كل أناس حصتهم من جانبهم الذي قبلهم.

46. وإن يهود الأوس، مواليهم وأنفسهم، على مثل ما لأهل هذه الصحيفة مع البر المحض من أهل هذه الصحيفة، وإن البر دون الإثم، لا يكسب كاسب إلا على نفسه، وإن الله على أصدق ما في هذه الصحيفة وأبره.

47. وإنه لا يحول هذا الكتاب دون ظالم أو آثم، وإنه من خرج آمن، ومن قعد آمن بالمدينة إلا من ظلم وأثم، وإن الله جار لمن بر واتقى، ومحمد رسول الله صلى الله عليه وسلم[114].

یہ ایک حکم نامہ نبی اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

تمام (دنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان فریقین کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہو گی۔

"ترجمہ: قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔ اور بنی عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا۔ اور بنی الحارث بن خزرج اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور جب سابق اپنے خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا۔ اور بنی ساعدہ اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے۔ اور بنی جشم اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا۔ اور بنو نجار اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے۔ اور بنی عمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا اور بنی النبیت اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا۔ اور بنی الاؤس اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے۔ (الف) اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد دیئے بغیر چھوڑ نہ دیں گے۔ (ب) اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برادری نہیں پیدا کرے گا۔ اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف

---

[114] ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ . جلد 2۔ قاہرہ: مطبعہ مصطفی البابي الحلبي، 1955۔ صفحہ 147-148۔

اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی ارتکاب کرے، یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ہاتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔ اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں میں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں (ساری دنیا کے) لوگوں کے مقابل۔ اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی، نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔ اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہو گی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی ہو تو کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا، جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔ اور ان تمام ٹکڑیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔ اور ایمان والے باہم اس چیز کا انتقام لیں گے جو خدائی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔ (الف) اور بے شبہ متقی ایمان والے سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔ (ب) اور یہ کہ کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ اس سلسلے میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔ اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے۔ اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لئے اٹھیں گے اور اس کے سوا انہیں کوئی اور چیز جائز نہ ہو گی۔ اور کسی ایسے ایمان والے کے لیے کے لئے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اقرار کر چکا اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہو گی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے۔ اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہ ہو گا۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں سے کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمد سے رجوع کیا جائے گا۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے ہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔ اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین۔ والی ہوں کہ اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ اور بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی الحارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل

ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی الاوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ اور جفنہ کو بھی، جو (قبیلۂ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہوں گے۔ اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ اور وفاشعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔ اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہوں گے۔ اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہوں گے۔ (الف) اور یہ کہ ان میں کوئی بھی محمدؐ کی اجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لئے) نہیں نکلے گا۔ (ب) اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہو گا ورنہ ظلم ہو گا اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفاشعارانہ تعمیل کرے۔ (الف) اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہو گا، اور مسلمانوں پر ان کے خرچے کا بار۔ (ب) اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور بہی خواہی ہو گی، اور وفاشعاری ہو گی نہ کہ عہد شکنی۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔ اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہو) اس دستور والوں کے لئے ایک حرم (اور مقدس مقام) ہو گا۔ پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہو گا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ کیا جائے گا، نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔ اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی (یعنی پناہ دینے کا حق پناہ گزین کو نہیں) اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں خدا اور خدا کے رسول محمدؐ سے (جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو) کی طرف رجوع کیا جائے گا اور خدا اس شخص کے ساتھ جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔ اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو پناہ دی جائے گی جو انہیں مدد دے۔ اور ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم

مدد دہی ہو گی، اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔(الف)اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لئے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہو گا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں، بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔ (ب)ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔ اور (قبیلہ)اوس کے یہودیوں کو موالی ہو کہ اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفاشعاری کا برتاؤ کریں گے اور وفاشعاری ہو گی نہ کہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا خود ہی بھرے گا۔اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔ اور یہ حکم نامہ کسی ظالم یا عہد شکن کے آڑے نہ آئے گا اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہو گا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہو گا، ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہو گی اور خدا بھی اس کا نگہبان ہے جو وفاشعاری اور احتیاط (سے تعمیل عہد) کرے اور اللہ کا رسول محمدؐ بھی جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو۔"

میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کی ذمہ داریاں:

1. تحفظ اور سلامتی:

میثاق مدینہ کے مرکزی اصولوں میں سے ایک تمام باشندوں کے لیے تحفظ اور تحفظ کی یقین دہانی تھی، خواہ وہ کسی بھی مذہب یا نسل سے ہوں۔اس میں یہ حکم دیا گیا کہ مدینہ کے مسلمانوں اور یہودیوں کو ایک برادری ('امت') کے طور پر سمجھا جائے اور کسی بھی بیرونی خطرے کے خلاف اجتماعی طور پر شہر کا دفاع کریں۔اجتماعی سلامتی کے اس تصور نے مشترکہ ذمہ داری کا احساس قائم کیا، جہاں اقلیتوں کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کے شانہ بشانہ شہر کے دفاع میں حصہ لیں۔ یہ اصول شہری فرض اور سماجی ذمہ داری کے جدید تصورات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے، جہاں متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد اپنی کمیونٹی کی حفاظت اور بہبود میں حصہ ڈالتے ہیں۔[115]

تجزیہ:

میثاقِ مدینہ میں بیان کردہ تحفظ اور سلامتی کا اصول مسلم اکثریت اور اقلیتی برادریوں کے درمیان تعلقات کو واضح کرتا ہے اور اسی طرح تاریخی سیاق و سباق سے بالاتر ہو کر شہری فرض اور سماجی ذمہ داری کے عصری تصورات سے بھی

[115] محمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة، دار النفائس بیروت، ص۵۹

مطابقت رکھتا ہے۔ یہ مرکزی اصول مشترکہ ذمہ داریوں کی اہمیت، ایک متحد کمیونٹی ('امت') کے تصور اور بیرونی خطرات کے خلاف باہمی تعاون کے ساتھ دفاع کی ناگزیریت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ اصول مندرجہ ذیل نکات پر منطبق ہوتا ہے۔

تاریخی تناظر اور اتحاد:

میثاقِ مدینہ کا مسودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ کی طرف ہجرت کے موقع پر تیار کیا گیا تھا جو کہ مسلمانوں کے لیے ایک نازک موڑ تھا۔ شہر مدینہ مختلف قبائلی اور مذہبی گروہوں کا شہر تھا، جس میں مسلمان، یہودی اور دیگر قبائل شامل تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد شہرِ مدینہ مختلف عقائد اور قبائل کا شہر بن گیا اس کثیر الثقافتی ماحول میں اس میثاق نے ایک بنیادی دستاویز کے طور پر کام کیا جس نے مدینہ کے باشندوں کے درمیان اتحاد اور اجتماعی ذمہ داری کے احساس کو مضبوط کیا۔ اس میثاق نے مسلمانوں اور یہودیوں کو ایک امت کے حصے کے طور پر قائم کر کے اتحاد کی فضا قائم کی اور اسی طرح اس نے مدینہ کے تمام باشندوں کی مذہبی حدود اور نسلی امتیازات سے بالاتر ہو کر مشترکہ سلامتی پر زور دیا۔ یہ عظیم مثال دور جدید میں بھی بوقتِ ضرورت متنوع برادریوں کے ایک دوسرے کے ساتھ مشترکہ مفادات کے لیے اختلافات سے بالاتر ہو کر تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے پیش کی جا سکتی ہے۔[116]

میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کی ذمہ داریوں پر مبنی تحفظ اور سلامتی کے اصول نہ صرف تاریخی تناظر میں اہمیت رکھتے ہیں بلکہ موجودہ دور کے سماجی ذمہ داریوں کے تصورات سے بھی ہم آہنگ ہیں۔ اس معاہدے کے تحت، مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتی برادریوں کے درمیان مشترکہ دفاع کی ذمہ داری کو اس طرح تسلیم کیا گیا کہ وہ شہر کے دفاع میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ اس اصول میں جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ تمام افراد، چاہے ان کا مذہب یا نسلی پس منظر کچھ بھی ہو، وہ اپنے مشترکہ مفادات کی حفاظت کے لیے ذمہ دار ہیں۔ اس تصور کو آج کے دور میں بھی شہری

---

[116] برنارڈ لویس، **اسلامی تاریخ کی مختصر تاریخ**، ہارپر کولنز، نیویارک، 2000۔

ذمہ داری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے اصولوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے، جہاں افراد اپنے معاشرتی، قومی یا عالمی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔

اس معاہدے کا تاریخی تناظر، جہاں مدینہ مختلف قبائل اور مذہبی گروہوں کا مجموعہ تھا، اسے ایک ایسا ماڈل بنا دیتا ہے جو آج کے کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان اتحاد کی فضا قائم کرنے کا تصور، ایک ایسی جامع حکمت عملی کو ظاہر کرتا ہے جو مختلف عقائد اور پس منظر رکھنے والے افراد کو مشترکہ مفادات کے لیے اکٹھا کرتی ہے۔ اس نقطہ نظر کو آج بھی عالمی سطح پر دیکھا جا سکتا ہے، جہاں مختلف اقوام اور برادریوں کے درمیان اختلافات کے باوجود، مشترکہ تحفظ، امن اور فلاح کے لیے اتحاد کی ضرورت ہے۔ میثاقِ مدینہ کا یہ اصول آج کے سماجی، سیاسی اور بین الاقوامی تعلقات میں بھی ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے، کہ اختلافات کے باوجود ہمیں ایک دوسرے کی سلامتی اور فلاح کے لیے تعاون کرنا چاہیے۔

اجتماعی سیکورٹی اور شہری ذمہ داریاں:

معاہدے میں شامل اجتماعی سلامتی کا تصور اقلیتوں کے فرض کو اجاگر کرتا ہے کہ وہ مسلم اکثریت کے ساتھ شہر کے دفاع میں فعال طور پر حصہ لیں۔ کمیونٹی کی حفاظت اور بہبود کے لیے یہ مشترکہ ذمہ داری بحران کے وقت تعاون کے بنیادی کردار کی نشاندہی کرتی ہے۔ ہر گروپ کی امتیازی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس معاہدہ نے انفرادی مفادات پر اجتماعی فلاح و بہبود کو ترجیح دی، جو کہ ایک مستحکم اور محفوظ ماحول کو یقینی بنانے کے لیے متنوع برادریوں کے باہمی انحصار کی گہری سمجھ کی عکاسی کرتا ہے۔[117]

اجتماعی سلامتی اور شہری ذمہ داریوں کا تصور میثاقِ مدینہ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے، جو نہ صرف مسلمان اکثریت بلکہ غیر مسلم اقلیتی برادریوں کے لیے بھی اپنی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے کا پیغام دیتا ہے۔ اس معاہدے میں یہ واضح کیا گیا کہ غیر مسلم اقلیتی گروہ مسلمانوں کے ساتھ شہر کے دفاع میں شامل ہوں گے، اس طرح نہ صرف ہر فرد بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کی حفاظت کی ذمہ داری کو مشترکہ طور پر سمجھا گیا۔ اس میں اہم پہلو یہ ہے کہ ہر کمیونٹی کو اپنے مخصوص کردار اور ذمہ داریوں کا ادراک ہے، اور اس کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور حمایت کا تصور

---

[117] ولید نصر، "معاشرتی ذمہ داریاں اور اسلامی ریاست"، **اسلامی علوم ریویو**، جلد 22، شمارہ 3، 2018۔

ایک مضبوط اور محفوظ معاشرتی نظام کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔اس طریقے سے مختلف پس منظر رکھنے والے گروہ ایک دوسرے کی حفاظت میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، جو آج کے دور میں بھی مشترکہ سلامتی کے اصولوں کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

میثاقِ مدینہ نے انفرادی مفادات کو اجتماعی فلاح و بہبود کے حق میں ترجیح دی، جو کہ ایک بہت اہم نقطہ ہے اور اسے جدید معاشرتی ذمہ داریوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔آج کے دور میں بھی جہاں فرد اور کمیونٹی کے مفادات میں کبھی کبھی تضاد آتا ہے، اس معاہدے کا پیغام یہ ہے کہ ہمیں اجتماعی مفاد کے لیے اپنے ذاتی مفادات سے بڑھ کر سوچنا چاہیے۔اس طرح، یہ اصول مختلف برادریوں کے باہمی انحصار اور تعاون پر مبنی معاشرتی ڈھانچے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، جہاں ایک دوسرے کی فلاح اور حفاظت کے لیے سب کو مل کر کام کرنا ہوتا ہے۔یہی تصور عالمی سطح پر بھی امن، ترقی اور استحکام کے لیے ضروری ہے، خاص طور پر ان معاشروں میں جہاں مختلف نسلی، مذہبی اور ثقافتی گروہ موجود ہیں۔

جدید معاشروں میں مطابقت:

میثاق مدینہ میں بیان کردہ تحفظ اور سلامتی کا یہ اصول عصر حاضر سے انتہائی مطابقت رکھتا ہے، جہاں کثیر الثقافتی معاشرے انضمام، ہم آہنگی اور مشترکہ ذمہ داری کے مسائل سے دوچار ہیں۔یہ تاریخی مثال اس بات کا تصور پیش کرتی ہے کہ کس طرح معاشرے متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان شہری فرض اور سماجی ذمہ داری کے احساس کو فروغ دے کر تنوع کی پیچیدگیوں کو حل کر سکتے ہیں۔

جدید کثیر الثقافتی معاشروں میں، تحفظ اور سلامتی ہر شہری کی ذمہ داری تصور کی جاتی ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب یا عقیدہ سے تعلق رکھتے ہوں۔جس طرح مدینہ کے یہودیوں سے دفاع میں تعاون کی توقع کی جاتی تھی، اسی طرح جدید دور میں مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے ملک اور قوم کی حفاظت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی جاتی ہے۔مشترکہ ذمہ داری کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ سماجی ہم آہنگی صرف اکثریت کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اجتماعی دفاع پر تمام اراکین کی فعال شمولیت ضروری ہے۔[118]

[118] برنارڈ لویس، **اسلامی تاریخ کی مختصر تاریخ**، ہارپر کولنز، نیویارک، 2000۔

مزید یہ کہ، تنوع میں اتحاد کا نظریہ، جیسا کہ میثاق مدینہ میں عملاً کر کے دکھایا گیا ہے ان عصری معاشروں کے لیے ایک نمونہ ہے جو مختلف نسلی، مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان خلیج کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ معاہدہ مشترکہ فلاح و بہبود پر زور دیتے ہوئے جدید معاشروں کو راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ وہ تفرقہ انگیز بیانیے سے آگے بڑھیں اور تمام اراکین کے باہمی ربط کو تسلیم کریں۔ یہ معاہدہ دور جدید میں نفرت انگیز جرائم، امتیازی سلوک اور زینو فوبیا[119] جیسے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک ماڈل کے طور پر بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔

میثاقِ مدینہ میں وفاداری اور اطاعت کا اصول حکمرانی اور تعاون کی باریک بینی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اصول مذہبی وابستگی سے بالاتر ایک وسیع تر فریم ورک پر مبنی تھا، جس کا مقصد مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد کو فروغ دینا تھا۔ یہ اصول جدید کثیر الثقافتی معاشروں میں بھی اہمیت رکھتا ہے جہاں اقلیتوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ملک کے قوانین اور ضوابط کی پابندی کریں اور اتحاد کے لیے کوشاں رہیں۔

میثاق مدینہ میں وفاداری اور اطاعت کا مطالبہ محض مذہبی نہیں بلکہ معاشرتی استحکام کے وسیع تر اصولوں پر مبنی تھا، جو آج کے معاشروں کے لیے بھی سبق آموز ہے۔ عصری معاشروں میں بھی قوانین کی پاسداری اور اتحاد کا احترام لازمی ہیں تا کہ مختلف گروہوں کے درمیان تعاون اور پر امن ماحول کو فروغ دیا جا سکے۔

2. سماجی ہم آہنگی اور ثالثی:

میثاقِ مدینہ نے کمیونٹی کے اندر تنازعات کے حل کے لیے ایک طریقہ کار قائم کیا۔ اس معاہدہ نے پر امن بقائے باہمی کو یقینی بنانے میں قیادت کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے مختلف گروہوں کے درمیان تنازعات کے لیے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث کے طور پر نامزد کیا۔ ثالثی کے اس عمل میں اقلیتوں سے بھی شرکت کی توقع کی جاتی تھی، جس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ تنازعات کو حل کرنا ایک مشترکہ ذمہ داری ہے جو مذہبی یا نسلی تقسیم سے بالاتر ہے۔ تعاون اور تنازعات کے حل پر یہ زور معاصر معاشروں میں تنوع کے انتظام میں مکالمے اور سمجھوتہ کی اہمیت کے بارے میں سمجھ بوجھ فراہم کرتا ہے۔[120]

---

[119] دوسرے ممالک یا قوم کے لوگوں کو ناپسند کرنا

[120] ایضاً ص ۵۹

تجزیہ:

میثاقِ مدینہ نے مدینہ کی متنوع برادریوں کے درمیان سماجی ہم آہنگی اور تنازعات کے حل کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کیا۔ اس معاہدے نے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف قبائل اور مذہبی گروہوں کے درمیان ثالث کے طور پر نامزد کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرامن بقائے باہمی کے قیام میں قیادت کا کردار کلیدی ہے۔ یہ معاہدہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قیادت کے ذریعے تنازعات کو مؤثر طریقے سے حل کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ تنازعات مذہبی ہوں یا نسلی، تاکہ مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد اور امن کو فروغ دیا جا سکے۔

ثالثی کے اس عمل نے اقلیتوں کو بھی تنازعات کے حل میں شامل کیا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سماجی ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے تمام گروہوں کی شرکت ضروری ہے۔ میثاقِ مدینہ نے اس بات پر زور دیا کہ تنازعات کا حل ایک اجتماعی ذمہ داری ہے، اور یہ مذہبی یا نسلی اختلافات سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جانا چاہیے۔ یہ اصول جدید کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے بھی اہمیت رکھتا ہے، جہاں مختلف پس منظر کے افراد کو مکالمے، تعاون اور مشترکہ مقصد کے لیے مل جل کر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عصرِ حاضر میں، جب معاشرے تنوع کے بڑھتے ہوئے چیلنجوں کا سامنا کر رہے ہیں، میثاقِ مدینہ کا ماڈل مؤثر تنازعات کے حل اور سماجی ہم آہنگی کے لیے ایک رہنما اصول پیش کرتا ہے۔ یہ معاہدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ قیادت کو غیر جانبدار رہتے ہوئے تنازعات کو حل کرنا چاہیے اور مختلف گروہوں کے درمیان پل بنانا چاہیے۔ اس ماڈل کو اپنانا جدید معاشروں میں پرامن بقائے باہمی، انصاف اور تعاون کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

3. اقتصادی تعاون:

اس معاہدہ نے مسلمانوں اور اقلیتوں کے درمیان اقتصادی تعاون کی حوصلہ افزائی کی، ضرورت کے وقت باہمی تعاون پر زور دیا۔ اقلیتوں کو تجارت میں مسلمانوں کی طرح حقوق اور ذمہ داریاں دی گئیں، اقتصادی انضمام اور باہمی انحصار کو

فروغ دیا گیا۔اس اقتصادی تعاون نے سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے اور مختلف گروہوں کے درمیان ممکنہ تناؤ کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جدید سیاق و سباق میں، متنوع برادریوں کے درمیان اقتصادی تعاون اسی طرح معاشرے کی مجموعی خوشحالی اور اتحاد میں حصہ ڈال سکتا ہے۔[121]

تجزیہ:

میثاقِ مدینہ نے مسلمانوں اور اقلیتوں کے درمیان اقتصادی تعاون کو فروغ دیا، جس سے دونوں فریقین کو مساوی حقوق اور ذمہ داریاں دی گئیں۔اس معاہدے نے تجارت اور معاشی سرگرمیوں میں شرکت کو مذہبی یا نسلی تفریق سے بالاتر کر کے سماجی ہم آہنگی کو مضبوط کیا۔ معاشی تعاون نے ممکنہ تنازعات کو کم کیا اور کمیونٹی کے مختلف طبقات کے درمیان اتحاد کو فروغ دیا۔ یہ اصول آج کے معاشروں کے لیے بھی سبق آموز ہے جہاں اقتصادی انضمام اور تعاون سے سماجی تناؤ کو کم کیا جا سکتا ہے۔

معاشی انضمام نے مختلف گروہوں کے درمیان شراکت اور تعاون کو بڑھایا، جس سے ایک جامع اقتصادی ماحول پیدا ہوا۔اقلیتوں کو مساوی مواقع دینے سے اقتصادی استحکام کو فروغ ملا اور فرقہ وارانہ اختلافات کم ہوئے۔اس معاہدے نے اس بات کو اجاگر کیا کہ باہمی تعاون اور شمولیت معاشی ترقی اور سماجی اتحاد کے لیے اہم ہیں۔

آج کے کثیر الثقافتی معاشروں میں، میثاقِ مدینہ کی مثال اقتصادی باہمی انحصار کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ معاشی تفاوت کو کم کر کے اور سب کے لیے یکساں مواقع فراہم کر کے جدید معاشرے بھی ایک زیادہ ہم آہنگ اور مربوط ماحول بنا سکتے ہیں، جہاں مختلف پس منظر کے افراد مشترکہ خوشحالی کے لیے مل جل کر کام کریں۔[122]

4. سماجی ذمہ داری:

میثاقِ مدینہ نے معاشرے کے تمام افراد کی اجتماعی ذمہ داری پر زور دیا کہ وہ کمزوروں بشمول بیواؤں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کریں۔اس ذمہ داری نے مذہبی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کم زوروں کی مدد کرنے

[121] ابن اسحاق۔ سیرت ۔ قاہرہ: دارالفکر، 1417ھ، ج۱، ص۵۰۱

[122] قادری، محمد طاہر۔ دنیا کا پہلا آئین: میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ۔ لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2012۔ ص۹۸

کے اخلاقی فرض کو اجاگر کیا۔ اسی طرح، جدید معاشرے بھی مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کو یکجہتی اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیتے ہوئے انسان دوستی اور سماجی بہبود کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے ہیں۔[123]

تجزیہ:

میثاقِ مدینہ میں سماجی ذمہ داری کا اصول یہ واضح کرتا ہے کہ کمزور افراد کی اجتماعی دیکھ بھال ایک مشترکہ فریضہ ہے، جو مذہبی اور نسلی تفریق سے بالاتر ہے۔ اس معاہدے نے بیواؤں، یتیموں، اور ضرورت مندوں جیسے کمزور افراد کی مدد کرنے کے اخلاقی فرض پر زور دیا۔ یہ اصول اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ معاشرے کی فلاح و بہبود اس کے کمزور ترین افراد کی فلاح پر منحصر ہے، اور تمام افراد پر لازم ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔

اخلاقی فرض اور سماجی یکجہتی کی اس تعلیم نے متنوع برادریوں کے درمیان یکجہتی اور ہمدردی کو فروغ دیا۔ میثاقِ مدینہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ ضرورت مندوں کی مدد کرنا ایک اخلاقی ذمہ داری ہے، جو برادری کے تمام افراد کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ایک مشترکہ مقصد کی طرف راغب کرتی ہے۔ یہ اخلاقی اصول آج بھی اہم ہے، کیونکہ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کو یکجا ہو کر انسانی بھلائی کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔[124]

عصرِ حاضر کے تناظر میں، میثاقِ مدینہ کا سماجی ذمہ داری کا اصول ایک رہنما ماڈل کے طور پر کام کر سکتا ہے۔ جدید معاشروں میں بھی انسان دوستی اور سماجی بہبود کے کام، جن میں چیریٹی اور رضاکارانہ سرگرمیاں شامل ہیں، ایک زیادہ ہمدرد اور ہم آہنگ کمیونٹی کی تعمیر میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں نہ صرف ضرورت مندوں کی مدد کرتی ہیں بلکہ مختلف ثقافتی اور نسلی پس منظر کے افراد کے درمیان اتحاد کو بھی فروغ دیتی ہیں، جس سے معاشرتی رکاوٹیں ختم ہوتی ہیں۔

5. انضمام اور شرکت:

---

[123] ایضاً ص ۶۰

[124] حسن محی الدین، دستور مدینہ اور فلاحی ریاست لاہور: فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ، 2012۔ ص ۱۴۹

میثاقِ مدینہ نے ریاست میں اقلیتوں کی شمولیت کا تصور پیش کیا اور مختلف گروہوں کی منفرد شناخت کو تسلیم کرتے ہوئے مشترکہ مقاصد کے حصول میں تعاون اور اتحاد کی اہمیت پر زور دیا۔ یہ اصول سماجی انضمام اور شہری زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اقلیتوں کی فعال شمولیت کے عصری مطالبات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ متنوع آراء و تجاویز کو بھی سنا جائے اور ان کی نمائندگی بھی کی جائے۔[125]

تجزیہ:

میثاقِ مدینہ نے مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کی منفرد شناخت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے حقوق اور ثقافتی امتیازات کا احترام کیا۔ یہ تسلیم جدید کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے ایک اہم سبق پیش کرتی ہے، جہاں تنوع کو منانے اور ہر فرد کو اپنے ثقافتی اور مذہبی طریقے برقرار رکھنے کی آزادی دینے کی ضرورت ہے۔ اس اصول کے ذریعے معاشرے میں مختلف برادریوں کی شناخت محفوظ رہتی ہے اور اقلیتوں کی انفرادیت کا تحفظ ممکن ہوتا ہے۔

میثاقِ مدینہ نے تنوع کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے تعاون اور اتحاد پر بھی زور دیا۔ اس نے واضح کیا کہ مختلف گروہ اپنے اختلافات کے باوجود اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے متحد ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ یہ اصول عصری معاشرتی انضمام اور شمولیت کے مطالبات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے، جہاں متنوع برادریاں معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی ہیں۔

معاہدے نے اقلیتوں کو شہری زندگی میں فعال شرکت کی ترغیب دی، جو کہ آج کے دور میں بھی بہت اہم ہے۔ اقلیتوں کی نمائندگی کو یقینی بنانے سے فیصلہ سازی کے عمل میں مختلف طبقوں کی رائے شامل کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کی فعال شمولیت سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے، جو کہ مختلف برادریوں کے درمیان تعلق اور مشترکہ مقصد کا احساس پیدا کرتی ہے، جس سے سماجی تناؤ کو کم کیا جا سکتا ہے۔

---

125 ایضاً ص ۱۴۶

ثانی: دستورِ پاکستان کی روشنی میں اقلیتوں کے فرائض

آئینِ پاکستان میں اقلیتوں کے لیے الگ سے فرائض وذمہ داریاں درج نہیں کی گئیں بلکہ ان کی بھی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام پاکستانی شہریوں کی ہیں۔ پاکستان کا آئین مختلف آرٹیکلز میں شہریوں کے متعدد فرائض اور ذمہ داریوں کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ یہ فرائض اور ذمہ داریاں تمام شہریوں پر لاگو ہوتی ہیں، ان کا مذہبی یا نسلی پس منظر کچھ بھی ہو۔ پاکستان کے آئین کی چند اہم شقیں یہ ہیں:

آرٹیکل 5-ریاست سے وفاداری:

ریاست سے وفاداری ملک کے ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔[126]

آرٹیکل 5 ہر شہری کے بنیادی فرض پر زور دیتا ہے کہ وہ ریاست کے ساتھ وفادار رہے اور اس کی خودمختاری اور سالمیت کو برقرار رکھے۔

تجزیہ:

پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 5 ریاست سے وفاداری کے تصور پر بہت زیادہ زور دیتا ہے اور اسے ہر شہری کا بنیادی فرض قرار دیتا ہے۔ یہ شق کئی کلیدی اصولوں کی عکاسی کرتی ہے اور شہریوں اور ریاست کے درمیان تعلقات پر وسیع مضمرات رکھتی ہے:

قومی اتحاد کی بنیاد:

آرٹیکل 5 قومی اتحاد اور ہم آہنگی کے لیے ایک بنیادی ستون کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ ریاست کے ساتھ وفاداری ایک مضبوط اور متحد قوم بنانے کے لیے ایک لازمی عنصر ہے۔ پاکستان جیسے متنوع

---

[126] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۵۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۱۴۔

اور کثیر الثقافتی معاشرے میں، یہ اصول مختلف پس منظر کے شہریوں کے درمیان مشترکہ شناخت اور مقصد کا احساس پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔

خود مختاری اور سالمیت:

آرٹیکل ریاست کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر واضح طور پر زور دیتا ہے۔ خود مختاری سے مراد ریاست کا اختیار اور اس کے علاقے پر کنٹرول ہے، جبکہ سالمیت کا مطلب قومی اتحاد اور علاقائی سرحدوں کا تحفظ ہے۔[127] شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ریاست کے وجود کے ان ضروری پہلوؤں کی حفاظت کریں۔

جمہوری احتساب:

ریاست سے وفاداری کا مطلب جمہوری اصولوں اور اصولوں کی قبولیت بھی ہے۔ جمہوری نظام میں، شہری انتخابی عمل میں حصہ لے کر، قانون کی حکمرانی کی حمایت کرتے ہوئے، اور جمہوری اداروں کے ذریعے کیے گئے فیصلوں کا احترام کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔[128] یہ منتخب نمائندوں کے اختیار کو قبول کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

خطرات کے خلاف تحفظ:

آرٹیکل 5 ریاست کے لیے اندرونی اور بیرونی خطرات کے خلاف اپنے دفاع کے لیے قانونی بنیاد کا کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہریوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی سرگرمیوں یا افراد کی اطلاع دیں جو پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔[129] یہ پہلو قومی سلامتی اور انسداد دہشت گردی کی کوششوں کے لیے انتہائی اہم ہے۔

---

[127] محمد طاہر منصور ۔ آئین پاکستان اور بنیادی انسانی حقوق ۔ لاہور: فکشن ہاؤس، 2015، ص ۱۱۳

[128] رشید احمد ۔ آئین پاکستان کی تشکیل اور اس کا ارتقاء ۔ کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 2005، ص ۲۰۴

[129] ایضاً ص ۲۰۴

انفرادی حقوق کے ساتھ توازن:

ریاست کے ساتھ وفاداری شہریوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے لیکن اسے انفرادی حقوق کی خلاف ورزی کے طور پر غلط نہیں سمجھا جانا چاہیے۔ شہری اختلاف کا اظہار کر سکتے ہیں، پرامن احتجاج میں حصہ لے سکتے ہیں، اور قانونی فریم ورک کے اندر تبدیلیوں کی وکالت کر سکتے ہیں[130]۔ وفاداری کے لیے اندھی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ریاست کی فلاح و بہبود کے لیے عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔

شہری تعلیم اور آگاہی:

ریاست کے ساتھ وفاداری کو فروغ دینے میں شہری تعلیم اور بیداری بھی شامل ہے۔ شہریوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں، اقدار اور اداروں کو سمجھیں جو ان کی قوم کی بنیاد رکھتے ہیں۔ شہری تعلیم ریاست اور اس کی فلاح و بہبود کے تئیں ذمہ داری کے احساس کو فروغ دیتی ہے۔

آرٹیکل 14-انسان کے وقار کی ناقابل تسخیریت:

آرٹیکل 14 اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان کا وقار، گھر کی رازداری کا احترام کیا جائے۔ اور اسی طرح شہریوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کے وقار اور رازداری کا بھی احترام کریں اور یہ ان کی ذمہ داری میں شامل ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔

"شرف انسانی اور قانون کے تابع، گھر کی خلوت قابل حرمت ہوگی۔ اور کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی۔"[131]

[130] رشید احمد. آئین پاکستان کی تشکیل اور اس کا ارتقاء. کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 2005، ص ۲۰۵

[131] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۴۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۶۔

تجزیہ :

پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 14 ایک بنیادی شق ہے جو انسانی وقار کے اصولوں اور رازداری کے حق کو واضح کرتی ہے۔اس کے انفرادی حقوق، قانون کی حکمرانی،اور قوم کے وسیع تر سماجی تانے بانے پر اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں:

انسانی عزت کا تحفظ:

آرٹیکل 14 افراد کے وقار کے تحفظ پر سخت زور دیتا ہے۔ یہ تحفظ انسانی حقوق کا ایک بنیادی پہلو ہے اور ہر فرد کی اندرونی قدر و قیمت پر زور دیتا ہے۔ یہ اس پہچان کی علامت ہے کہ تمام افراد خواہ ان کے پس منظر سے قطع نظر، عزت اور احترام کے ساتھ برتاؤ کے مستحق ہیں۔[132]

رازداری کے حقوق:

مضمون نہ صرف انسان کے وقار کا تحفظ کرتا ہے بلکہ رازداری کے حقوق کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہے کہ افراد کو قانون کے تابع اپنے گھروں میں رازداری کا حق حاصل ہے۔ یہ تحفظ ذاتی جگہوں کی حفاظت اور ریاست یا دیگر افراد کی غیر ضروری مداخلت کو روکنے تک پھیلا ہوا ہے۔[133]

قانون کی حکمرانی اور حدود:

جہاں آرٹیکل 14 انسانی وقار اور گھر کی رازداری کی ناگزیریت کی ضمانت دیتا ہے، وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ حقوق قانون کے تابع ہو سکتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حقوق پر پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں اگر کوئی جائز قانونی بنیاد ہو، جیسے کہ قومی سلامتی، امن عامہ، یا دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کا تحفظ۔اس طرح یہ فراہمی انفرادی حقوق اور معاشرے کے وسیع تر مفادات کے درمیان توازن قائم کرتی ہے۔[134]

---

[132] **محمد یوسف** . آئین پاکستان میں انسانی حقوق کا تحفظ . کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 2008، ص ۱۲۶

[133] ایضاً ۱۲۵

[134] Bhutta ZH. Right to Privacy and Freedom of Expression in the Constitution of Pakistan. *SpringerLink*. 2019; p. 45-67. doi:10.1007/978-3-319-94878-1_3.

دوسروں کے وقار اور رازداری کا احترام:

آرٹیکل واضح طور پر شہریوں پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے حقوق پر زور دیں بلکہ دوسروں کے وقار اور رازداری کا بھی احترام کریں۔ یہ ساتھی شہریوں کے ساتھ وقار کے ساتھ برتاؤ کرنے اور ان کی ذاتی زندگی میں غیر ضروری مداخلت سے گریز کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔[135]

انسانی حقوق کا فریم ورک:

آرٹیکل 14 انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہے جو بنیادی اصولوں کے طور پر انسانی وقار اور رازداری کے تحفظ پر زور دیتا ہے۔ یہ ان آفاقی اقدار کے تئیں پاکستان کی وابستگی اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں اور کنونشنز کی پاسداری کی عکاسی کرتا ہے۔[136]

آرٹیکل 17 – آزادانہ نقل و حرکت:

آرٹیکل 17 شہریوں کو پرامن طریقے سے اور بغیر ہتھیاروں کے قانون کی طرف سے عائد کردہ معقول پابندیوں کے ساتھ جمع ہونے کا حق دیتا ہے۔ اور شہریوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس حق کو ذمہ داری کے ساتھ استعمال کریں۔

"پاکستان کی حاکمیت اعلی یا سالمیت امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو انجمن یا یونین بنانے کا حق حاصل ہوگا۔ ہر شہری کو جو ملازمت پاکستان میں نہ ہو، قانون کے ذریعے عائد پابندیوں کے تابع کوئی سیاسی جماعت بنانے یا اس کا رکن بننے کا حق ہوگا۔"[137]

---

[135] Bhutta ZH. Right to Privacy and Freedom of Expression in the Constitution of Pakistan. *SpringerLink*. 2019; p. 45-67. doi:10.1007/978-3-319-94878-1_3.

[136] ایضاً

[137] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۷۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۶۔

آرٹیکل 19-اظہار رائے کی آزادی:

آرٹیکل 19 آزادی اظہار رائے کی ضمانت دیتا ہے، لیکن یہ پاکستان کی خود مختاری یا سالمیت، ریاست کی سلامتی وغیرہ کے مفاد میں معقول پابندیوں کی بھی اجازت دیتا ہے۔ شہریوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس حق کو ذمہ داری سے استعمال کریں۔

"پاکستان کے ہر شہری کو تقریر اور اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہے، اور پریس کو آزادی حاصل ہے، لیکن یہ آزادی چند قانونی پابندیوں کے تابع ہے جو قانون کے مطابق عائد کی جاتی ہیں۔ یہ پابندیاں ریاست کی سالمیت یا دفاع، دوستانہ غیر ملکی ریاستوں کے ساتھ تعلقات، عوامی نظم، شائستگی یا اخلاق، توہین عدالت، یا کسی جرم کے ارتکاب سے متعلق ہو سکتی ہیں۔"[138]

آرٹیکل 20-مذہب کو قبول کرنے کی آزادی:

آرٹیکل 20 قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع کسی بھی مذہب کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔

"قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع۔۔ ہر شخص کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اس اسکی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا اور ہر مذہبی گروہ اور اسکے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار اور انکا انتظام کرنے کا حق ہو گا۔"[139]

---

[138] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۷۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۷۔

[139] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۷۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۸۔

آرٹیکل 25-شہریوں کی مساوات:

آرٹیکل 25اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ تمام شہری قانون کے سامنے برابر ہیں اور قانون کے مساوی تحفظ کے حقدار ہیں۔ شہریوں کا فرض ہے کہ وہ مساوات کے اصول کا احترام کریں۔

"شہریوں سے مساوات۔۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔ کوئی امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا۔ ریاست پانچ سے سولہ سال تک کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مذکورہ طریقہ کار پر جیسا کہ قانون کے ذریعے مقرر کیا جائے مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔"[140]

آرٹیکل 38-سماجی اور اقتصادی بہبود کا فروغ:

آرٹیکل 38ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مذہب، نسل،ذات، جنس، رہائش یا جائے پیدائش سے قطع نظر لوگوں کی سماجی اور معاشی بہبود کو فروغ دے۔ شہریوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ معاشرے کی بھلائی میں اپنا حصہ ڈالیں اور سماجی اور معاشی ترقی میں معاونت کریں۔

"الف۔ عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کر کے، دولت اور وسائل پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچنے اور آجر و ماجور اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل، عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔

ب۔ تمام شہریوں کے لئے ملک میں دستیاب وسائل کے اندر، معقول آرام و فرصت کے ساتھ کام اور مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کرے گی۔

---

[140] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۷۱۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۸۔

ج۔ پاکستان کی ملازمت میں یا بصورت دیگر ملازم تمام اشخاص کو لازمی بیمہ کے ذریعے یا کسی اور طرح معاشرتی تحفظ مہیا کرے گی۔

د۔ ان تمام شہریوں کے لئے جو کمزوری، بیماری یا بیرزگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں، بلالحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبّی امداد مہیا کرے گی۔

ہ۔ پاکستان کی ملازمت کے مختلف درجات میں اشخاص سمیت، افراد کی آمدنی اور کمائی میں عدم مساوات کو کم کرے گی۔"[141]

تجزیہ:

پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 38 مساوات اور شمولیت کے اصولوں پر زور دیتے ہوئے اپنے شہریوں کی سماجی اور معاشی بہبود کے لیے ریاست کے عزم کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ آئینی شق حکومت اور شہریوں دونوں کے لیے اہم مضمرات رکھتی ہے۔

یہ ریاست پر زور دیتا ہے کہ وہ غربت، عدم مساوات، اور بنیادی خدمات تک رسائی کی کمی جیسے مسائل کے حل کے لیے پالیسیاں اور پروگرام نافذ کرے۔ اس میں صنفی مساوات اور شہریوں کی سماجی ترقی میں شمولیت کی ترغیب بھی شامل ہے۔ آرٹیکل 38 طویل مدتی ترقیاتی اہداف کی حمایت کرتا ہے، جس میں سماجی اور اقتصادی تفاوت کو کم کرنے پر توجہ دی گئی ہے۔

[141] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۷۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳، ص ۲۶۔

فصل دوم: **میثاقِ مدینہ** اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ہر معاشرے کی ذمہ داری ہوتی ہے، اور اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے قوانین اور معاہدات کا وجود ناگزیر ہے۔ اسلامی تاریخ میں **میثاقِ مدینہ** کو اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے ایک بنیادی سنگِ میل سمجھا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ کے مختلف قبائل، جو مختلف مذاہب کے پیروکار تھے، کے درمیان ہوا۔ اس معاہدے نے اسلامی معاشرت میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی بنیاد رکھی اور انہیں ایک پرامن اور منصفانہ معاشرتی نظام میں شامل ہونے کا موقع فراہم کیا۔

میثاقِ مدینہ میں نہ صرف مسلمانوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا بلکہ یہودیوں اور دیگر غیر مسلم قبائل کے حقوق کو بھی باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس معاہدے نے یہ اصول قائم کیا کہ مذہب کی بنیاد پر کسی کو حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور سبھی افراد کے لیے انصاف، تحفظ اور آزادی کی ضمانت دی گئی۔ اس معاہدے نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو یکساں حقوق فراہم کرتے ہوئے مدینہ کے شہریوں کے درمیان ہم آہنگی اور یکجہتی کو فروغ دیا۔

اسی طرح، **دستورِ پاکستان** ایک جدید دستاویز ہے جو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے اور جو ملک کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کو یقینی بناتی ہے۔ پاکستان کے آئین میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ خاص طور پر کیا گیا ہے، تاکہ وہ بھی ملک کے دیگر شہریوں کی طرح آزادی، مساوات اور عدل و انصاف کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ دستورِ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی وضاحت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پاکستان کی ریاست مذہب، نسل یا فرقے کی بنیاد پر کسی کو امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بننے دیتی اور سب کو یکساں حقوق کی ضمانت دیتی ہے۔

فصل دوم کا مقصد میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کا تفصیل سے جائزہ لینا ہے۔ اس فصل میں اس بات کا تجزیہ کیا جائے گا کہ کیسے میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان نے اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا ہے اور کیسے ان دستاویزات کی روشنی میں اقلیتوں کو معاشرتی، مذہبی اور قانونی حقوق حاصل ہیں۔

یہ فصل اس بات پر بھی روشنی ڈالے گی کہ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ نہ صرف اسلامی اصولوں کی عکاسی کرتا ہے بلکہ ایک انصاف پسند اور متوازن معاشرتی نظام کے قیام کے لیے بھی ضروری ہے۔ اسلامی تاریخ اور پاکستانی آئین کے

تناظر میں اقلیتوں کے حقوق کی یہ تفصیل ہمیں اس بات کا ادراک کرواتی ہے کہ ایک مثالی معاشرتی نظام میں سبھی شہریوں کے حقوق کی حفاظت کتنی اہم ہے اور کیسے یہ حقوق معاشرتی ہم آہنگی اور یکجہتی کو فروغ دیتے ہیں۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق

اس میثاق میں اقلیتوں کے لیے درج ذیل حقوق بیان کیے گئے ہیں۔

ا۔سیاسی حقوق

میثاق مدینہ کے تحت وجود میں آنے والی ریاست مدینہ میں مہاجرین،انصار اور مدینہ کے غیر مسلموں اور ان کے متبعین پر مشتمل کئی ریاستی اکائیاں شامل تھیں ان کے باہمی اشتراک سے وجود میں آنے والی ریاست میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سربراہ تسلیم کر لیا گیا۔اس دستور کے تحت جہاں مختلف مملکتی طبقات کو آئینی طور پر Define کیا گیا،ان کے باہمی حقوق و فرائض اور آئینی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا وہاں اس امر کا لحاظ بھی رکھا گیا کہ آئینی قواعد و ضوابط کی پابندی ہر سطح پر یقینی ہو اور ہر سطح پر معاملات کو آئینی طور پر چلایا جاسکے[142]اس کے لئے میثاق مدینہ میں تقسیم اختیارات کا تصور رکھا گیا تاکہ مقامی سطح پر نظم و ضبط کے قیام کے لئے انتظامی اختیارات تفویض کئے جائیں:

((المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون علي ربعتهم يتعاقلون بينهم معاقلهم الاولي وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المومنين)) [143]آرٹیکل : 4

قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

اس آرٹیکل میں مقامی سطح پر ذمہ داری اور اختیارات کی تفویض کی حکمت بھی بیان کر دی گئی کہ اس کا مقصود ہر سطح پر پابندی قانون اور انصاف کا قیام ہے۔اسی طرح آرٹیکل : 5 سے آرٹیکل : 12 تک میں بنو عوف،بنو حارث،بنو ساعدہ،بنو جشم،بنو نجار، بنو عمرو،بنو نبیت اور بنو اوس کے لئے بھی ان کے قبائلی قوانین دیات کی توثیق کو بیان کیا گیا۔

---

[142] جلال الدین، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۲۱، ص ۲۰۱

[143] محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوي والخلافۃ الراشدۃ، دار النفاس بیروت، ص ۵۹

ریاست مدینہ کے دفاع کے لئے بھی مختلف طبقات ریاست کی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا کہ :

آرٹیکل[144] : 57 علی کل اناس حصتهم من جانبهم الذی قبلهم

ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی مدافعت آئے گی جو اس کے مقابل ہو۔

۲۔ شمولیت کا حق

اسلام ایک فطری اور وسعت پذیر دین ہے جو اپنی عالمگیر یت کے سبب ہر صاحب عقل سلیم کو اپنے دائرہ اثر میں لے لیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستور کو تحریر کرواتے وقت اسلام کی انہی خصوصیات کو میثاق مدینہ کی بنیاد بنایا۔ اور آنے والے دور کے نئے امکانات کو نظر انداز نہ کیا۔ حد سے زیادہ جامد یا غیر لچکدار کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے متوازن رکھا اور اسے وسعت پذیری کی خصوصیات سے مملو کرتے ہوئے مزید طبقات کی شمولیت کی گنجائش اور امکان کو دستور میں شامل کیا گیا، آرٹیکل نمبر 2 میں لکھا گیا:۔

بین المومنين والمسلمين من قريش و (اهل) يثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم[145].

یہ معاہدہ قریش میں سے مسلمانوں اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

اس آرٹیکل کے مطابق اس امر کو طے کر دیا گیا کہ اگرچہ اساسی طور پر تو میثاق مدینہ قریش اور مدنی مسلمانوں کے درمیان طے پا رہا ہے مگر اس کے مطابق مستقبل میں کسی بھی دوسرے طبقے کی دستور ہذا کی شرائط کو تسلیم کرتے ہوئے اس معاہدے میں شمولیت پر کوئی پابندی نہیں۔ بلکہ ہر وہ طبقہ جو مستقبل میں ان مذکورہ لوگوں کی اتباع اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لینا قبول کر لیں وہ بھی اس دستور کے تحت طے پانے والے معاہدہ عمرانی کا حصہ بن سکتے ہیں۔

اس طرح دستور ہذا کے آرٹیکل نمبر 20 میں درج کیا گیا:۔

---

[144] محمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة، دار النفاس بيروت، ص ۵۹

[145] محمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة، دار النفاس بيروت، ص ۵۹

و انه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة و غير مظلومين ولامتناصر عليهم[146]

اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی مدد دی جائے گی۔

چونکہ یہودی مدینہ میں آباد ایک موثر سیاسی گروہ تھے۔ لہذا ان سے مستقبل میں کسی بھی طرح کے سیاسی تعلق کار کو خارج از امکان نہیں قرار دیا گیا اور اس کے لئے دستوری گنجائش (Constitutional Provision) رکھی گئی کہ اگر مستقبل میں یہودی میثاق مدینہ میں طے کئے گئے دستوری لائحہ عمل کی پابندی اور اہل ایمان کی اتباع کی راہ اختیار کریں تو انہیں بھی مدد، مساوات حاصل ہو گی اور ظلم و تعدی سے تحفظ دیا جائے گا میثاق مدینہ کے اسی Constitutional Provision کی وجہ سے آنے والے زمانے میں یہودی بھی مسلمانوں کے ساتھ اس دستور میں شریک ہو گئے اور غزوہ بدر کے بعد جب مسلمانوں کا اقتدار مزید مستحکم ہوتا نظر آیا تو یہودی اس امر پر مجبور ہو گئے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میثاق مدینہ کے اندر رہتے ہوئے ماتحتانہ تعاون کریں کیونکہ اس سے ان کی مذہبی آزادی بھی محفوظ ہو سکتی تھی۔ اگر دستور کا مزاج غیر لچکدار (Rigid) رکھا گیا ہوتا اور دیگر طبقات کی اس وفاقی وحدت (Federal Unity) میں شمولیت کی گنجائش نہ رکھی گئی ہوتی تو شاید یہود غزوہ بدر کے بعد مسلمانوں سے اشتراک عمل کی بجائے اپنی مذہبی آزادی کے تحفظ کے لئے کسی دوسری راہ کا انتخاب کرتے۔[147] غزوہ بدر کے بعد یہود کی میثاق مدینہ میں شمولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابو داود نے اپنی کتاب سنن میں دستور ہذا[148] کے حصہ دوم کو جنگ بدر کے بعد کا واقعہ قرار دیا ہے۔

۳۔ مساوات کا حق:

میثاق مدینہ میں دینی، مذہبی اور اعتقادی وحدت سے ماسوا سیاسی اور معاہداتی وحدت کا تصور بھی دیا گیا۔ یہ تصور سیاسی مفہوم کی ایک ایسی نئی توسیع تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مملکت کے اندر دینی اور مذہبی وحدت کے علاوہ موجود دیگر اکائیوں کو ایک

---

[146] محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوي والخلافۃ الراشدۃ، دار النفاس بیروت، ص ۵۹

[147] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض، ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۶۷

[148] سنن ابی داود کتاب الخراج باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ رقم:3000

جاندار ریاستی کردار عطا کرنے کیلئے ضروری تھا کہ انہیں بھی ایک ایسا باوقار سیاسی، ریاستی مقام دیا جاتا کہ وہ بھی اپنے آپ کو ریاست کا ایک عضو فعال تصور کرتے ہوئے ایک ذمہ دار کردار ادا کرتے۔اس لئے وہ تمام فریق جن کے درمیان میثاق مدینہ طے پایا اور ان کی اتباع میں مستقبل میں اس میثاق میں شریک ہونے والے فریقوں کو میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر 3 کے تحت وحدت قرار دیا گیا۔

انهم امت واحدة ومن دون الناس[149]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی۔

اسی طرح میثاق مدینہ کی آرٹیکل نمبر 30 میں قرار دیا گیا کہ

و ان یهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهله بيته[150]

اور نبی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۴۔مقامی رسومات کا احترام:

میثاق مدینہ کی شکل میں اگرچہ ریاست مدینہ کو قومی زندگی کا ایک نیا ضابطہ دیا گیا تا کہ قومی سطح پر نظم ونسق پیدا کیا جاسکے مگر آئین و قانون کی تشکیل نو کے اس مرحلے پر اس حکمت کو نظر انداز نہیں کیا گیا کہ صدیوں سے رائج رسوم ورواج سے عوام الناس کو یک لخت علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ایک نیا دستور متعارف کراتے ہوئے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاست مدینہ کے مختلف فریقوں کے پہلے سے مروجہ مقامی قوانین کو نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ حتی الامکان حد تک انہیں ریاستی دستور کے اندر Accommodate کیا گیا۔[151]

---

[149] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

[150] ایضاً

[151] قرضاوی، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض، ص ۱۲۳

دستور کے آرٹیکل 4 سے 12 تک جب مختلف آئینی طبقات کے لئے قانون دیت کے نفاذ کی بات کی گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ مہاجرین، قریش، بنی عوف، بنی حارث، بنو ساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو عمرو، بنو نبیت اور بنو اوس خون بہا کی ادائیگی کے لئے اپنے اپنے قبائلی قوانین کی پابندی کریں گے۔

۵۔دفاع کا حق:

میثاق مدینہ نہ صرف ایک سیاسی دستور کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ ریاست مدینہ کے شہریوں کیلئے ایک دفاعی معاہدہ بھی تھا۔ جس کے اندر نہ صرف ریاست مدینہ کے دفاع کیلئے ضروری امور کو طے کر لیا گیا بلکہ اس بنیادی ضابطے کو بھی طے کر دیا گیا کہ جس طرح دستوری، قانونی، انتظامی اور عدالتی اختیارات کا منبع اور سرچشمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اسی طرح ریاست کی اعلیٰ ترین فوجی قیادت (Commander in Chief) بھی آپ ہی کی ذات ہو گی۔ آرٹیکل نمبر 41 کے مطابق:۔

وانه لا یخرج منهم احد الا باذن محمد[152]

اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر فوجی کارروائی کیلئے نہیں نکلے گا،،

ریاست کی اعلی ترین فوجی قیادت کے تعین کے بعد ان امور کو میثاق مدینہ میں بیان کیا گیا:۔

1۔ جنگی اتحادیوں کیلئے امداد باہمی پر مبنی قانون متعارف کروایا گیا۔

و ان کل غازیه غزت معنا یعقب بعضها بعضا[153]

اور ان تمام اتحادیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔

2۔ یہودی مسلمانوں کے جنگی اتحادی ہونے کے ناطے مسلمانوں کے ساتھ جنگی اخراجات بھی برداشت کریں گے۔

---

[152] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

[153] ایضاً

و ان اليهود ينفقون مع المومنين ما داموا محاربين[154]

اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔

3۔جہاں ضروری ہو وہاں یہود اور مسلمان اپنے اپنے جنگ کے اخراجات جداگانہ برداشت کریں گے۔

و ان علی الیهود نفقتهم و علی المسلمین نفقتهم[155]

اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہوگا اور مسلمان پر ان کے خرچ کا

4۔اس دستور میں شریک تمام فریقین پر باہم ایک دوسرے کا دفاع لازم ہوگا۔

و ان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفه[156]

اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودی اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی

5۔بیرونی حملہ کی صورت میں ریاست مدینہ کا دفاع سب کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی

و ان بینهم النصر علی من دهم یثرب[157]

کسی بیرونی حملہ کی صورت میں ریاست مدینہ کا دفاع یہودی و مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔

6۔ہر فریق ریاست کی طرف سے طے پانے والے معاہدہ امن کی لازمی پابندی کرے گا۔

واذا دعوا الی صلح یصالحونه ویلبسونه فانهم یصالحونه ویلبسونه و انهم اذا دعوا الي مثل ذلک فانه لهم علي المومنين[158]

---

[154] ایضاً

[155] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص۵۹

[156] ایضاً

[157] ایضاً

[158] ایضاً

اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کی طرف بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہو گا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے۔

7۔ میثاق مدینہ دفاعی معاہدہ ہونے کے ناطے ایک سیاسی اور ریاستی دفاعی معاہدہ ہو گا نہ کہ دینی و مذہبی دفاعی معاہدہ یعنی ریاست مدینہ یا اس کے کسی بھی فریق کا طے کردہ کوئی بھی دفاعی معاہدہ امت مسلمہ کی حفاظت دین کی ذمہ داری کو معطل نہیں کر سکتا۔

(فانہ لھم علی المومنین) الا من حارب فی الدین[159]

اسی طرح مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر انہیں کسی امن معاہدے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو وہ اس کی پابندی کریں گے بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

بنیادی حقوق کی ضمانت:

میثاق مدینہ میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔ اس امر کا لحاظ رکھا گیا کہ ریاست کے شہریوں کا حق زندگی، حق ملکیت اور جمہوری آزادی کسی طور پر بھی متاثر نہیں ہو گی یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جدید مہذب دنیا نے اس حوالے سے بہت بعد میں ارتقائی منازل طے کیں۔ 26 جون 1945ء کو اقوام متحدہ کا چارٹر منظور کیا گیا۔ اقوام متحدہ کے قیام کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے آرٹیکل 1 (3) میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا تذکرہ کیا گیا:

"Article 1 :

The Purposes of the United Nations are :

3. To achieve international co-operation in solving international problems of an economic, social, cultural, or humanitarian charachter, and in promoting and encouraging respect for human rights and for fundamental freedoms for all without distinction as to race, sex, language, or religion;[160]

اقوام متحدہ کے قیام کے مقاصد یہ ہیں کہ:

---

159 محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

160 Bennis, Phyllis. *Calling the Shots: How Washington Dominates Today's UN*. New York: Olive Branch Press, 1996, p. 134.

3۔عالمی سطح پر اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور انسانی (حقوق) کے مسائل کو حل کرنے کے لئے بین الاقوامی تعاون کا حصول تاکہ انسانی حقوق کا فروغ و حوصلہ افزائی اور بغیر نسل، جنس، زبان یا مذہب کی تمیز کے بنیادی آزادیوں کی فراہمی ممکن ہو سکے،،

اسی طرح اس چارٹر کے آرٹیکل 55 میں بنیادی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا :

"Article 55 :

With a view to the creation of conditions of stability and well-being which are necessary for peaceful and friendly relations among nations based on respect for the principle of equal rights and self-determination of peoples, the United Nations shall promote :

a. higher standards of living full employment, and conditions of economic and social progress and development;

b. solutions of international economic, social, health, and related problems; and international cultural and educational co-operation; and

c. universal respect for, and observance of, human rights and fundamental freedoms for all without distinction as to race, sex, language, or religion."[161]

' 'عالمی سطح پر اقوام عالم کے مابین برابر حقوق اور عوام کے حق خود ارادیت کے اصول کی بنیاد پر امن اور دوستانہ تعلقات کے قیام کے لئے اولین ضرورت یعنی استحکام اور بہبود کے حصول کے لئے اقوام متحدہ بایں طور کوشاں رہے گی کہ :

اعلیٰ معیار زندگی، کلی روزگار، اور اقتصادی و سماجی ترقی کو فروغ دیا جائے گا۔

بین الاقوامی اقتصادی، سماجی اور صحت سے متعلقہ مسائل کو حل کیا جائے گا اور بین الاقوامی ثقافت و تعلیمی تعاون کو فروغ دیا جائے گا اور

عالمی سطح پر رنگ و نسل، جنس، زبان یا مذہب کے امتیاز کے بغیر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کو فروغ دیا جائے گا۔

اقوام متحدہ کا ''عالمی منشور حقوق انسانی،، 10 دسمبر 1948ء کو منظور کیا گیا اگرچہ یہ ایک اعلان تھا نہ کہ معاہدہ جس کی پابندی تمام اقوام عالم پر ضروری ہوتی پھر بھی اکثر ممالک نے اس کے حق میں ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں

[161] ibid

بھی اگر مغربی معاشرے میں بنیادی حقوق کی صورت حال اتنی حوصلہ افزاء نہیں۔ مغرب میں مدتوں عورت کو قانونی بنیادوں پر بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا:

"That all law has been discriminatory against women is beyond dispute. One need only to recall that women were specifically denied the right to vote prior to the passage of the Nineteenth Amendment. Less well known, but very important, was the 1824 Mississippi Supreme Court decision upholding the right of husbands to beat their wives (the United States Supreme Court finally prohibited this practice in 1891). In another case....... the Supreme Court ruled that the "equal protection" clause of the Fourtheenth Amendment did not apply to women."[162]

''یہ حقیقت کہ (مغرب میں) خواتین کے قوانین امتیازی رہے شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ حتی کہ یہاں (امریکہ میں) انیسویں ترمیم کے منظور ہونے سے قبل عورتوں کو حق رائے دہی بھی حاصل نہ تھا۔ اگرچہ یہ بات اتنے زیادہ لوگوں کو معلوم نہیں مگر (اس روایت کی وضاحت کے لئے) اہم ضرور ہے کہ 1824 میں سپریم کورٹ نے مردوں کا یہ حق قرار دیا تھا کہ وہ عورتوں کو زدوکوب کرتے رہیں۔ اگرچہ اسے امریکی عدالت عالیہ نے 1891ء میں غیر قانونی قرار دے دیا۔ عورتوں کے لئے امتیاز ی سلوک کی ایک اور مثال مقدمے میں امریکی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ ہے کہ چودھویں آئینی ترمیم کے ''مساوی حقوق،، کے حصے کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا یعنی انہیں معاشرے میں مردوں کے برابر حقوق نہیں دیے جا سکتے۔،،

مغرب میں بنیادی حقوق کے حوالے سے عورتوں سے یہ سلوک آج بھی جاری ہے۔ اس کی تازہ مثال امریکی دستور ساز ایوان میں جون 1982ء میں مسترد ہونے والی وہ ترمیم ہے جس کا تعلق عورتوں کو برابر حقوق دینے سے تھا۔ اس کے متن میں درج تھا کہ

"Equality of rights under the law shall not be denied or abridged by the United States or by any State on account of Sex."[163]

''یعنی قانون کے تحت ریاست ہائے متحدہ امریکہ یا اس کی کوئی بھی ریاست جنس کی بنیاد پر مساوی حقوق کی ضمانت کی نفی نہیں کرے گی۔،،

مگر ریاست مدینہ کے آئین میں رنگ و نسل اور جنس کے امتیاز کے بغیر بنیادی انسانی حقوق کی واضح اور یقینی طور پر ضمانت دی گئی۔

---

[162] Fitzen, D. Stanley. *In Conflict and Disorder: An Analysis of Law and Its Impact on Society*. New York: Random House, 1977, p. 43.

[163] ibid

و ان المومنين المتقين ايديهم علي كل من بغي منهم او ابتغي دسيعة ظلم او اثما او عدوانا او فسادا بين المومنين و ان ايديهم عليه جميعا ولو كان ولد احدهم[164]

اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سر کشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح جان و مال اور آبرو کے تحفظ میں بھی ریاستی شہریوں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔

و ان الجار كالنفس غير مضار ولا اثم[165]

پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے گا اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

مذہبی آزادی کا تحفظ:

میثاق مدینہ میں نہ صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور اس کے لئے باقاعدہ قانون و آئینی اقدامات وضع کئے گئے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لئے بھی مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ تاہم بطور ایک ذمہ دار شہری کے ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پابندی کریں گے اور کسی طور بھی آئین اور دستور کی خلاف ورزی یا معاشرہ میں فتنہ پروری و ظلم آفرینی کا باعث نہیں بنیں گے۔

و ان يهود بني عوف امة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم و انفسهم الامن ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهل بيته[166]

---

[164] ابن ہشام۔ السيرة النبوية . جلد 2۔ قاہرہ: مطبعہ مصطفى البابي الحلبي، 1955۔ صفحہ 147-148۔
[165] ابن ہشام۔ السيرة النبوية . جلد 2۔ قاہرہ: مطبعہ مصطفى البابي الحلبي، 1955۔ صفحہ 147-148۔
[166] ایضاً

اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں یہودیوں کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

مزید طے پایا کہ مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد یہود قبائل، بشمول بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطیبہ سب کا فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام یہودی قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہو گا۔

یہ بھی قرار دیا گیا کہ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی کا حق اسی طرح حاصل ہو گا۔

مبحث ثانی: آئین پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق

پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے جس کا آئین مذہب اسلام پر مبنی ہے، لیکن اس کے باوجود آئین پاکستان غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین کے مختلف دفعات میں واضح کیا گیا ہے کہ ریاست کے تمام شہریوں کو بلا امتیاز مذہب، رنگ، نسل، یا زبان، مساوی حقوق حاصل ہیں۔ پاکستان کے بانی، قائداعظم محمد علی جناح، نے اپنی 11 اگست 1947 کی تقریر میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ اس مقالے میں آئین پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا جائزہ لیا جائے گا اور ان حقوق کی حفاظت کے لیے ریاست کی ذمہ داریوں پر بحث کی جائے گی۔

آئین پاکستان اور غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق:

آئین پاکستان کا حصہ دوم (باب اول) بنیادی حقوق سے متعلق ہے جس میں واضح طور پر غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ آئین کی دفعہ 20 سے دفعہ 28 تک مختلف حقوق کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اطلاق تمام شہریوں پر ہوتا ہے، بشمول غیر مسلم شہریوں کے۔

---

1. **دفعہ 20: مذہبی آزادی**

دفعہ 20 کے تحت ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس کی تبلیغ کرنے، اور مذہبی رسومات ادا کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے اور مذہبی تقاریب منعقد کرنے کا پورا حق ہے۔ ریاست کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی شہری کو اس کے مذہبی حقوق سے محروم کرے یا کسی پر اپنے مذہب کو مسلط کرے۔[167]

2. دفعہ 21: ٹیکسوں کی ادائیگی میں مذہبی آزادی

دفعہ 21 کے تحت کوئی بھی شخص ایسے ٹیکس کی ادائیگی کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا جو اس کے مذہبی عقائد کے خلاف ہو۔ اس دفعہ کا مقصد یہ ہے کہ غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہبی عقائد کی بنیاد پر مالی ذمہ داریوں میں کوئی ناانصافی کا سامنا نہ ہو۔[168]

3. دفعہ 22: مذہبی تعلیم اور مذہبی ادارے

دفعہ 22 کے تحت کسی بھی تعلیمی ادارے میں کسی طالب علم کو اس کے مذہب کے خلاف تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہبی تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کو چلانے کی آزادی دی گئی ہے۔ یہ دفعہ غیر مسلم شہریوں کے مذہبی حقوق کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے مختلف عقائد کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حق دیتی ہے۔[169]

4. دفعہ 25: قانون کے سامنے مساوات

---

[167] [167] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۲۰۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

[168] [168] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۲۱۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

[169] [169] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۲۲۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

دفعہ 25 کے تحت تمام شہری قانون کے سامنے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ یہ دفعہ واضح کرتی ہے کہ ریاست کسی بھی شہری کے ساتھ مذہب یا کسی اور بنیاد پر امتیاز نہیں برتے گی۔ غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلم شہریوں کو دیے گئے ہیں۔[170]

5. دفعہ 26 اور 27: عوامی خدمات اور ملازمتوں تک رسائی:

دفعہ 26 کے تحت، ہر شہری کو بلا امتیاز مذہب یا نسل، عوامی مقامات اور خدمات تک رسائی حاصل ہے۔ دفعہ 27 کے تحت، کسی بھی شہری کو مذہب یا کسی اور بنیاد پر ملازمتوں کے مواقع سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دفعات غیر مسلم شہریوں کو اس بات کی یقین دہانی فراہم کرتی ہیں کہ وہ بھی ملازمتوں اور عوامی خدمات تک بلا روک ٹوک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔[171]

آئین کے دیگر دفعات میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق:

آئین پاکستان میں نہ صرف بنیادی حقوق کے باب میں بلکہ دیگر دفعات میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔

1. دفعہ 36: اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ:

دفعہ 36 کے تحت ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے۔ یہ دفعہ اقلیتوں کے سیاسی، معاشی، اور ثقافتی مفادات کے تحفظ کو یقینی بناتی ہے اور ریاست کو پابند کرتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے خلاف کسی بھی قسم کی ناانصافی یا ظلم کو روکے۔[172]

---

[170] [170] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۲۵۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳ء۔

[171] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۲۵۔۲۶۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳ء۔

[172] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۳۶۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳ء۔

2. دفعہ 37: سماجی انصاف اور معاشرتی فلاح

دفعہ 37 کے تحت ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سماجی انصاف اور معاشرتی فلاح و بہبود کو فروغ دے، اور یہ بات یقینی بنائے کہ ہر شہری کو معاشرتی انصاف کے مواقع حاصل ہوں۔ اس دفعہ کا اطلاق تمام شہریوں پر ہوتا ہے، بشمول غیر مسلم شہریوں کے، تاکہ وہ بھی معاشرتی انصاف اور فلاح و بہبود کے ثمرات سے مستفید ہو سکیں۔[173]

3. دفعہ 51: قومی اسمبلی میں اقلیتوں کی نمائندگی

دفعہ 51 کے تحت قومی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں مختص کی گئی ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی آواز پارلیمنٹ میں سنی جاسکے اور وہ قانون سازی کے عمل میں براہ راست شریک ہو سکیں۔ یہ نمائندگی ان کے سیاسی حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے اور انہیں ریاست کے معاملات میں شامل ہونے کا موقع فراہم کرتی ہے۔[174]

4. دفعہ 106: صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کی نمائندگی

[173] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۳۷۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

[174] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۵۱۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

دفعہ 106 کے تحت صوبائی اسمبلیوں میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں مختص کی گئی ہیں۔اس کا مقصد یہ ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں کی آواز صوبائی سطح پر بھی سنی جاسکے اور وہ اپنے مسائل اور حقوق کے حوالے سے قانون سازی میں حصہ لے سکیں۔[175]

5. دفعہ 140 :A مقامی حکومتوں میں اقلیتوں کی نمائندگی

دفعہ A140 کے تحت صوبے اپنے مقامی حکومتوں کے نظام کو منظم کرنے کے لیے قوانین بنا سکتے ہیں۔اس میں اقلیتوں کی نمائندگی کو یقینی بنانا بھی شامل ہے تاکہ وہ مقامی سطح پر اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں۔[176]

اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت میں ریاست کی ذمہ داریاں:

آئین پاکستان کے مطابق، ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے اور انہیں کسی بھی قسم کی ناانصافی یا ظلم سے محفوظ رکھے۔اس ضمن میں مختلف اقدامات کیے جا سکتے ہیں جن کا مقصد غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو عملی طور پر یقینی بنانا ہے۔

1. قانونی تحفظ

ریاست کو چاہیے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مضبوط قانونی نظام فراہم کرے۔اس میں ایسے قوانین کا نفاذ شامل ہے جو اقلیتوں کے خلاف کسی بھی قسم کی ناانصافی یا ظلم کو روک سکیں۔مثال کے طور پر، پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ C 295 کے تحت مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے عمل کو سخت سزا دی جاسکتی ہے، لیکن اس قانون کا غلط استعمال غیر مسلم

[175] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل ۱۰۶۔اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

[176] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل A140۔اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

شہریوں کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا، ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ اس قانون کا صحیح استعمال ہو اور کسی شہری کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیاز نہ برتا جائے۔[177]

پاکستان کے آئین کے مطابق ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرے اور انہیں کسی بھی قسم کی ناانصافی سے بچائے۔ ریاست کو غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط قانونی نظام فراہم کرنا چاہیے تاکہ انہیں ہر سطح پر تحفظ حاصل ہو۔ پاکستان میں موجود قوانین جیسے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295 C غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، لیکن ان قوانین کا غلط استعمال ایک سنگین مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اگر ریاست اس بات کو یقینی بنائے کہ یہ قوانین صرف عدلیہ کے ذریعے اور درست طریقے سے لاگو ہوں، تو یہ کسی بھی اقلیتی کمیونٹی کے خلاف امتیازی سلوک یا ظلم کے دروازے بند کر دے گا۔ اس کے علاوہ، ریاست کو غیر مسلم اقلیتی گروپوں کی ثقافت، مذہب اور تعلیم کے حوالے سے بھی ان کی خصوصی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ انہیں ایک محفوظ اور فلاحی ماحول مل سکے۔ اس طرح، ریاست کا کردار صرف قانونی تحفظ تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے سماجی، ثقافتی اور معاشی طور پر بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔

2. تعلیمی اداروں میں مذہبی آزادی

ریاست کو تعلیمی اداروں میں غیر مسلم طلباء کو مذہبی آزادی فراہم کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے اور اپنے عقائد کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا پورا حق دیا جائے۔ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے غیر مسلم طلباء کو ان کے مذہبی حقوق کے حوالے سے مکمل تحفظ فراہم کیا جا سکے۔[178]

تعلیمی اداروں میں مذہبی آزادی کا تصور ایک بنیادی حق ہے جو ہر فرد کو حاصل ہونا چاہیے، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتا ہو۔ ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ تعلیمی ادارے غیر مسلم طلباء کو اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کا پورا

---

[177] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ دوم: بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول، آرٹیکل C.295۔ اسلام آباد: وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، ۱۹۷۳۔

[178] فوزیہ فیاض احمد، "پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق"، عالمی جریدہ حقوق انسانی، 2015.

حق دیں، اور ان کے عقائد کا احترام کیا جائے۔ ان کی مذہبی آزادی کی حفاظت کے لیے حکومت کو خصوصی اقدامات کرنے چاہئیں، جیسے کہ ان کے مذہبی تعطیلات، عبادات اور رسوم کے لیے مناسب جگہ فراہم کرنا اور تعلیمی نصاب میں ان کے مذہب کی نمائندگی کو یقینی بنانا۔ اس کے علاوہ، غیر مسلم طلباء کو کسی بھی قسم کی مذہبی امتیاز یا تعصب کا سامنا نہ ہو، اس کے لیے تعلیمی اداروں میں ایک جامع پالیسی مرتب کی جانی چاہیے جو ان کے مذہبی حقوق کو مکمل تحفظ فراہم کرے۔ یہ اقدامات نہ صرف ان کے تعلیمی حقوق کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں، بلکہ ایک ہم آہنگ اور پرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی انتہائی اہم ہیں، جہاں ہر فرد کو اپنے عقائد اور نظریات کے مطابق جینے کا حق ملے۔

3. معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اقدامات

ریاست کو معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان تعلقات بہتر ہو سکیں۔ اس کا مطلب ہے کہ بین المذاہب مکالمہ اور دیگر سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے جو مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دیں۔ حکومت کو ایسے پروگرامز کا انعقاد کرنا چاہیے جن سے مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکے اور ایک پرامن معاشرتی ماحول کو فروغ دیا جا سکے۔[179]

ریاست کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کرے تاکہ مختلف مذہبی گروہ ایک دوسرے کے ساتھ احترام اور محبت کے ساتھ رہ سکیں۔ بین المذاہب مکالمہ اور مشترکہ سرگرمیوں کا انعقاد اس مقصد کے حصول میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ حکومت کو ایسی پالیسیز اور پروگرامز متعارف کرانے چاہئیں جو مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنائیں اور مذہبی رواداری کو فروغ دیں۔ اس میں تعلیمی ورکشاپس، بین المذاہب سیمینارز اور کمیونٹی کی سطح پر مختلف مذاہب کے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے مواقع شامل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کے پروگرامز سے نہ صرف مذہبی تفہیم اور رواداری میں اضافہ ہوگا، بلکہ غلط فہمیوں اور تعصبات کو بھی دور کیا جا سکتا ہے۔ ریاست کو یہ بھی یقینی بنانا چاہیے کہ ایسے پروگرامز

[179] محمد علی صدیقی، "مذہبی رواداری اور معاشرتی ہم آہنگی"، ادارہ علوم اسلامی، لاہور، 2016.

کااثر صرف سطحی نہ ہو بلکہ وہ معاشرتی سطح پر مثبت تبدیلیاں لائیں اور ایک ایساماحول تخلیق کریں جہاں تمام افراد اپنے مذہب کے مطابق آزادی سے زندگی گزار سکیں، اور مختلف گروہ ایک دوسرے کے ساتھ امن و سکون سے رہ سکیں۔

4. سیاسی نمائندگی میں اضافہ

اگرچہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم شہریوں کے لیے مخصوص نشستیں موجود ہیں، لیکن ریاست کو چاہیے کہ وہ ان کی سیاسی نمائندگی کو مزید مضبوط کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ غیر مسلم شہریوں کو سیاست میں شرکت کے مزید مواقع فراہم کیے جائیں اور انہیں اہم حکومتی عہدوں پر فائز کیا جائے تاکہ وہ ریاست کے معاملات میں موثر کردار ادا کر سکیں۔[180]

سیاسی نمائندگی میں اضافہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی تکمیل اور معاشرتی انصاف کی ضمانت ہے۔ اگرچہ پاکستان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم شہریوں کے لیے مخصوص نشستیں مختص کی گئی ہیں، لیکن ان کی سیاسی نمائندگی کو مزید تقویت دینے کے لیے ریاست کو اضافی اقدامات کرنا ہوں گے۔ غیر مسلم کمیونٹی کو سیاست میں حصہ لینے کے مزید مواقع فراہم کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ریاستی امور میں اپنی آواز بلند کر سکیں اور اہم فیصلہ سازی میں کردار ادا کر سکیں۔ انہیں صرف مخصوص نشستوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ انہیں حکومتی عہدوں پر فائز کرنے کے لیے مناسب مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ ان کی رائے اور مشاورت ریاستی پالیسیز اور اقدامات میں شامل کی جا سکے۔ اس طرح، غیر مسلم شہریوں کو ریاستی امور میں برابر کی سطح پر شرکت کا موقع ملے گا اور یہ عمل معاشرتی ہم آہنگی اور اقلیتی برادریوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے گا۔ مزید برآں، یہ اقدام ان کے اعتماد میں اضافہ کرے گا اور انہیں معاشرتی و سیاسی عمل میں مؤثر طور پر شریک ہونے کی ترغیب دے گا۔

نتیجہ

آئین پاکستان غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی بھرپور ضمانت دیتا ہے اور ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حقوق کی حفاظت کرے۔ مختلف دفعات میں غیر مسلم شہریوں کے مذہبی، سماجی، اور سیاسی حقوق کو محفوظ کیا گیا ہے اور ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ ان حقوق کی پاسداری کرے۔ آئین کے تحت غیر مسلم شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں اور انہیں کسی بھی قسم

[180] عبدالجبار خان، "پاکستان میں اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی"، جامعہ کراچی، 2018.

کی ناانصافی یا ظلم سے محفوظ رکھا جانا چاہیے۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ عملی اقدامات کے ذریعے ان حقوق کو یقینی بنائے اور ایک ایسا معاشرتی ماحول پیدا کرے جہاں تمام شہری بلاامتیاز مذہب اپنے حقوق اور فرائض کو انجام دے سکیں۔

باب چہارم: پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو درپیش مسائل

فصلِ اوّل: غیر مسلم شہریوں کے مذہبی اور معاشرتی حقوق اور حائل رکاوٹیں

فصلِ دوئم: غیر مسلم شہریوں کے سیاسی و معاشی حقوق اور حائل رکاوٹیں

باب چہارم: پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو درپیش مسائل

پاکستان کے معاصر سماجی و سیاسی منظرنامے میں اقلیتی برادریوں کو درپیش مسائل اور چیلنجز ایک اہم موضوع ہیں۔ آئینی تحفظات اور مساوات کے لیے مختلف قانون سازی کے باوجود، اقلیتی گروہوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں اکثر امتیازی سلوک کا سامنا ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے۔ یہ باب پاکستان میں اقلیتی برادریوں کے ارکان کے درمیان کیے گئے ایک سروے کی بنیاد پر ان مسائل کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرتا ہے۔

اس سروے کا مقصد اقلیتوں کے مذہبی آزادی، سلامتی، حکومتی سلوک، معاشرتی ہم آہنگی، تعلیم اور مالی وسائل تک رسائی، اور اقتصادی رکاوٹوں کے حوالے سے تاثرات اور تجربات کو جمع کرنا تھا۔ ایک منظم سوالنامہ کے ذریعے، سروے نے ان کمیونٹیوں کے جذبات اور حقائق کی عکاسی کرنے والے اعداد و شمار جمع کیے۔

اس باب میں پیش کردہ تجزیہ دو اہم حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: وضاحتی شماریات، ارتباطی تجزیہ۔ وضاحتی شماریات کا حصہ رد عمل کی مرکزی رجحانات اور تغیرات کا جائزہ فراہم کرتا ہے، جو شرکاء کے خیالات کی مقداری تصویر پیش کرتا ہے۔ ارتباطی تجزیہ مختلف متغیرات کے درمیان تعلقات کو دریافت کرتا ہے، جو اقلیتی مسائل کے مختلف پہلوؤں کے باہمی روابط کو واضح کرتا ہے۔ آخر میں، جذباتی تجزیہ رد عمل کی تقسیم کا جائزہ لیتا ہے، مثبت جذبات اور تشویش کے علاقوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس جامع تجزیہ کے ذریعے، یہ باب پاکستان میں اقلیتوں کے تجربات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد فراہم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جس میں پیشرفت اور جاری چیلنجز دونوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ پالیسی سازوں، اکادمک محققین، اور سماجی کارکنوں کو اقلیتی مسائل کی موجودہ صورتحال سے آگاہ کرنے، اور پاکستانی معاشرے میں مساوات اور شمولیت کو فروغ دینے کے لیے موثر اقدامات اور مکالمے کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

فصل اول: غیر مسلم شہریوں کے مذہبی اور معاشرتی حقوق اور حائل رکاوٹیں

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذہبی اور ثقافتی پس منظر کے حامل افراد بستے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم طبقہ غیر مسلم اقلیتوں کا ہے، جو پاکستان کی تاریخ اور معاشرتی ساخت کا حصہ ہیں۔ اگرچہ پاکستان کا آئین اور قانون اقلیتوں کو مساوی حقوق فراہم کرتا ہے، لیکن حقیقت میں انہیں مختلف مذہبی اور معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مسائل نہ صرف ان کی مذہبی آزادی پر اثرانداز ہوتے ہیں بلکہ ان کی معاشرتی حیثیت اور روزمرہ زندگی کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

مذہبی مسائل کے حوالے سے، پاکستان میں موجود اقلیتوں کو بعض اوقات اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ آئینی طور پر انہیں اپنی عبادات کی آزادی حاصل ہے، تاہم مختلف سماجی اور سیاسی عوامل کی وجہ سے یہ آزادی اکثر محدود ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ان کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنایا جاتا ہے یا ان کی مذہبی تقریبات میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ، توہین مذہب کے قوانین کے غلط استعمال کی وجہ سے بھی اقلیتوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

معاشرتی مسائل کے ضمن میں، اقلیتوں کو امتیازی سلوک اور تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کے معاشرتی مقام اور سماجی تعلقات پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ تعلیمی اداروں، دفاتر، اور عوامی مقامات پر ان کے ساتھ امتیازی برتاؤ کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود کو دوسرے شہریوں کے برابر نہیں سمجھ پاتے۔ اس کے علاوہ، معاشرتی تعصب کی وجہ سے انہیں بہتر مواقع اور خدمات تک رسائی میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہ مسائل اقلیتوں کو معاشرتی ترقی اور ہم آہنگی میں مکمل شرکت سے محروم رکھتے ہیں۔

معاشرتی تعلقات میں بھی اقلیتوں کو چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات، مذہبی بنیادوں پر ہونے والی نفرت انگیز مہمات اور فرقہ وارانہ تنازعات اقلیتوں کے لیے خطرناک صورتحال پیدا کر دیتے ہیں۔ انہیں معاشرتی میل جول اور عوامی مقامات پر اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ، ان کی معاشرتی حیثیت کو بھی بعض اوقات کمتر سمجھا جاتا ہے، جو کہ ان کی معاشرتی ترقی میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

مذہبی اور معاشرتی مسائل اقلیتوں کے لیے ایک دوہرے چیلنج کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ان مسائل کا اثر ان کی روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر پڑتا ہے، جس میں تعلیم، ملازمت، اور معاشرتی میل جول شامل ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے نہ صرف حکومتی سطح پر پالیسیوں کی ضرورت ہے بلکہ معاشرتی رویوں کی اصلاح بھی ضروری ہے۔

یہ فصل ان مذہبی اور معاشرتی مسائل کا تفصیلی جائزہ لے گی جن کا سامنا پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہے۔اس جائزے کے ذریعے یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ کس طرح یہ مسائل اقلیتوں کی زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں اور ان کے حل کے لیے کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔اس میں مختلف مسائل کی نوعیت،ان کے پس منظر اور ان کے ممکنہ حل کے حوالے سے بحث کی جائے گی تاکہ ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشرتی نظام کی تشکیل میں معاونت فراہم کی جا سکے۔

اول: مذہبی مسائل

ان سوالات کے شماریاتی تجزیہ کے لیے تین طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔

۱۔بیانیہ شماریہ(Descriptive Statistics):ہر سوال کے جوابات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ ارتباطی تجزیہ(Correlation Anaysis):اقلیتی مسائل کے مختلف پہلوؤں کے درمیان تعلقات کی جانچ کی گئی ہے۔

۳۔جذباتی تجزیہ (Sentiment Analysis): مجموعی جذبات کا تعین کریں اور اہم خدشات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

بیانیہ شماریہ (Descriptive Statistics): آیئے ہر سوال کے لیے اوسط (mean)اور معیاری انحراف (standard deviation)کا حساب لگا کر جوابات میں مرکزی رجحان (Central Tendency)اور تغیر (variability)کو سمجھتے ہیں۔

سوال نمبر ا۔

	کیاآپ کو پاکستان میں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اظہار خیال کرنے کی آزادی کا احترام کیاجاتاہے؟
count	48
mean	3.0625
std	1.123610253

min	1
25%	2
50%	3.5
75%	4
max	4

3.06 کااوسط جواب پاکستان میں مذہبی آزادی اور اظہار رائے کے احترام کے حوالے سے جواب دہندگان کے درمیان اعتدال پسندی کی نشاندہی کرتا ہے۔ 1.12 کا نسبتاً اعلیٰ معیاری انحراف رائے میں تغیر کو ظاہر کرتا ہے، کچھ جواب دہندگان سختی سے متفق نہیں ہیں جبکہ اکثر متفق ہیں۔ 3.5 کا میڈین اور اس سے زیادہ 75 واں پرسنٹائل (4) اس بات کو نمایاں کرتا ہے کہ جواب دہندگان کا ایک اہم حصہ مذہبی آزادی کو مثبت طور پر دیکھتا ہے، جبکہ اس کے علاوہ بھی جواب دہندگان کی آراء موجود ہیں۔

پاکستان میں اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اظہار خیال کرنے کی آزادی کو بہتر بنانے کے لیے آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ دونوں سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ آپ کے سوال کے جواب میں لوگوں کے مثبت اور منفی آراء کا اظہار اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس مسئلے میں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

آئین پاکستان اور میثاق مدینہ کی روشنی میں تجزیہ:

آئین پاکستان اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے، خاص طور پر:

- **آرٹیکل 20**: ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے، اس پر عمل کرنے، اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی حاصل ہے۔
- **آرٹیکل 25**: تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی تحفظ حاصل ہے۔
- **آرٹیکل 36**: ریاست اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے خاص اقدامات کرے گی۔

یہ دفعات اس بات کی بنیاد فراہم کرتی ہیں کہ اقلیتوں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے میں مکمل آزادی دی جائے۔ تاہم، ان کا مؤثر نفاذ یقینی بنانے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔

میثاقِ مدینہ میں بھی مختلف مذاہب اور قبائل کے درمیان باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا تھا۔ اس معاہدے کے کچھ اہم نکات:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[181]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

و ان يهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم

- ہر مذہبی گروہ کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو گی۔
- مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت سے روکا گیا۔
- تمام فریقین کو ریاست کے شہری مانا گیا، اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک کیا گیا۔

سوال نمبر ۲۔

	کیاآپ مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہوئے خود کو محفوظ محسوس کرتاہوں؟
count	48
mean	3.5625
Std	0.963932916
Min	1
25%	3
50%	4
75%	4
max	5

[181] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

3.56 کااوسط یہ ظاہر کرتا ہے کہ جواب دہندگان عام طور پر مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے میں محفوظ محسوس کرتے ہیں۔ 0.96 کا معیاری انحراف کچھ تغیرات کو ظاہر کرتا ہے، لیکن مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان محفوظ محسوس کرنے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ درمیانی اور 75 واں پرسنٹائل دونوں 4 ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جواب دہندگان کی اکثریت محفوظ محسوس کرنے سے متفق یا پختہ طور پر متفق ہے، جبکہ چند جواب دہندگان نے غیر محفوظ ہونے کی طرف جھکاؤ ہے۔

اس سوال "میری رائے میں، میں مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہوئے خود کو محفوظ محسوس کرتا ہوں" کے تناظر میں مثبت اور منفی آراء یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کچھ لوگ مذہبی سرگرمیوں میں آزادی اور تحفظ محسوس کرتے ہیں، جبکہ کچھ کو خدشات لاحق ہیں۔ اس صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لیے آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی شقوں کی روشنی میں درج ذیل تجاویز دی جاسکتی ہیں۔

آئینِ پاکستان اور میثاق مدینہ کی متعلقہ شقوں کی روشنی میں تجزیہ:

- **آرٹیکل 20**: ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے، اور اس پر مبنی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی آزادی دی گئی ہے۔
- **آرٹیکل 33**: ریاست مذہبی، نسلی، اور علاقائی تعصبات کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے گی۔
- **آرٹیکل 36**: ریاست اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔

یہ شقیں ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہیں کہ وہ مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے دوران ہر شہری کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

.2 میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ مختلف مذاہب اور گروہوں کے درمیان ایک پُرامن اور محفوظ معاشرے کی تشکیل کا ایک مثالی معاہدہ ہے:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[182]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی

[182] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

و ان يهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم

- **مذہبی تحفظ** : میثاقِ مدینہ میں یہ واضح تھا کہ تمام مذہبی گروہوں کو اپنے مذہب کے مطابق عبادات اور مذہبی سرگرمیاں انجام دینے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔
- **باہمی تحفظ** : معاہدے میں ریاست کے تمام افراد کو، چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں، اجتماعی تحفظ فراہم کیا گیا۔

یہ اصول ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جہاں ہر مذہبی گروہ خود کو محفوظ محسوس کرے۔

سوال نمبر ۳

	کیا حکومت تمام مذہبی برادریوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتی ہے؟
Count	48
Mean	2.9375
Std	1.181453907
Min	1
25%	2.75
50%	3
75%	4
Max	5

2.94 کااوسط حکومت کے تمام مذہبی برادریوں کے ساتھ مساوی سلوک کے حوالے سے کسی حد تک غیر جانبدار اور قدرے منفی تاثر کی نشاندہی کرتا ہے۔ 1.18 کا اعلیٰ معیاری انحراف متنوع آراء کی عکاسی کرتا ہے، کچھ جواب دہندگان سختی سے متفق نہیں ہیں اور دیگر سختی سے متفق ہیں. 3 کا میڈین ایک متوازن نقطہ نظر کو ظاہر کرتا ہے۔

اس سوال کے تناظر میں مثبت اور منفی آراء حکومت کی پالیسیوں اور رویے کی مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں۔ حکومت کو آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی روشنی میں ان تصورات کو بہتر اور مؤثر بنانے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی متعلقہ شقوں کی روشنی میں تجزیہ

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا۔
- **آرٹیکل 26 اور 27** : تمام شہریوں کو تعلیم، عوامی مقامات، اور ملازمتوں کے مواقع میں یکساں حقوق حاصل ہیں، اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا امتیاز نہیں ہوگا۔
- **آرٹیکل 36** : ریاست اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے مفادات کی دیکھ بھال کرے گی۔

یہ شقیں اس بات کی یقین دہانی کراتی ہیں کہ حکومت تمام مذہبی برادریوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔

میثاقِ مدینہ، اسلامی معاشرتی انصاف کی ایک تاریخی مثال، میں درج ذیل اصول شامل تھے:

- **برابری کا اصول** : مختلف مذہبی اور قبائلی گروہوں کے درمیان انصاف اور برابری کو یقینی بنایا گیا۔
- **مشترکہ تحفظ** : ریاست تمام فریقین کی ذمہ داری لے گی، اور ان کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔
- **حقوق کا تحفظ** : ہر برادری کو اپنے مذہبی، ثقافتی، اور سماجی معاملات میں مکمل آزادی دی گئی۔

یہ اصول پاکستان میں حکومت کے لیے ایک رہنما کردار ادا کر سکتے ہیں تا کہ تمام مذہبی برادریوں کے ساتھ یکساں سلوک یقینی بنایا جا سکے۔

سوال نمبر ۴

	کیا معاشرے میں بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کو فروغ دیا جاتا ہے؟
Count	48
Mean	2.6875
Std	1.25
Min	1
25%	1.75
50%	3
75%	4
Max	4

2.69 کی اوسط معاشرے میں بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کے فروغ کے بارے میں عام طور پر غیر جانبدار سے قدرے منفی جذبات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کم از کم 1 اور 1.75 پر 25 واں پرسنٹائل اس بات کو نمایاں کرتا ہے کہ جواب دہندگان کی کافی تعداد اس بیان سے متفق نہیں ہے، جب کہ 3 کا میڈین اور 4 کا 75 واں پرسنٹائل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ باقی جواب دہندگان کا نظریہ زیادہ مثبت ہے۔

آئین پاکستان اور میثاق مدینہ کی روشنی میں تجزیہ:

- **آرٹیکل 20** : ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے، جو بین المذاہب مکالمے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- **آرٹیکل 33** : ریاست نسلی، قبائلی، اور مذہبی تعصبات کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے گی تاکہ معاشرے میں ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکے۔

- **آرٹیکل 36** :اقلیتوں کے حقوق اوران کے مفادات کے تحفظ کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے۔

یہ دفعات معاشرتی ہم آہنگی اور مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے کے فروغ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[183]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

و ان يهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم

- **مذہبی آزادی** : تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنی عبادات اور رسومات ادا کرنے کی آزادی دی گئی۔
- **مشترکہ فلاح وبہبود** :ریاست میں موجود تمام مذاہب کے ماننے والوں نے ایک دوسرے کے حقوق کا تحفظ کرنے اور اجتماعی امن قائم رکھنے کا عہد کیا۔
- **باہمی احترام** : میثاق میں ہر مذہبی گروہ کی عزت کو یقینی بنایا گیا، اور انہیں مکمل آزادی فراہم کی گئی۔

یہ اصول آج کے دور میں بھی معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے قابل تقلید ہیں۔

سوال نمبر ۵

	آپ کے خیال میں کیا مذہبی اقلیتوں کو عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک یکساں رسائی حاصل ہے؟
count	48
Mean	3
Std	1.211060142

183 محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

Min	1
25%	2.75
50%	3
75%	4
Max	5

3 کااوسط جواب مذہبی اقلیتوں کے لیے عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک مساوی رسائی کے حوالے سے غیر جانبدارانہ تاثر کی نشاندہی کرتا ہے۔ 1.21 کا معیاری انحراف رائے میں تغیر کو ظاہر کرتا ہے، کچھ جواب دہندگان سختی سے متفق نہیں ہیں جبکہ زیادہ سختی سے متفق ہیں 3 کا میڈین اور 4 کا 75 واں پرسنٹائل یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ بہت سے جواب دہندگان کا نظریہ غیر جانبدار ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک قابل ذکر تعداد ہے جو رسائی کو مثبت طور پر دیکھتے ہیں۔

مثبت و منفی پہلو:

سروے کے جوابات کے تجزیے سے پاکستان میں اقلیتی برادریوں کی سماجی، مذہبی اور معاشی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے ان کے جذبات کی ایک باریک تصویر سامنے آتی ہے۔ اعداد و شمار سے سامنے آنے والے مثبت اور منفی پہلو دونوں ہیں:

مثبت پہلو:

مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت: جواب دہندگان کی اکثریت 3.56 کے اوسط ردعمل کے ساتھ، مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر نسبتاً محفوظ محسوس کرتی ہے۔ یہ مذہبی عبادات میں ذاتی تحفظ کے لیے عام طور پر مثبت جذبات کی نشاندہی کرتا ہے۔

مذہب اور اظہار کی آزادی: اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اظہار خیال کرنے کی آزادی کے بارے میں ایک اعتدال پسند مثبت تاثر ہے، جس کا مطلب 3.06 ہے۔ اگرچہ کچھ تغیرات ہیں، بہت سے جواب دہندگان مذہبی آزادی کے احترام کو تسلیم کرتے ہیں۔

مذہبی مقامات اور تعلیم تک رسائی: 3.00 کا اوسط جواب بتاتا ہے کہ جواب دہندگان عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک مساوی رسائی کے بارے میں غیر جانبدار سے قدرے مثبت ہیں، جو اس علاقے میں اطمینان کی سطح کو ظاہر کرتا ہے۔

منفی پہلو:

حکومت کا مذہبی برادریوں کے ساتھ مساوی سلوک: 2.94 کا اوسط ردعمل تمام مذہبی برادریوں کے ساتھ حکومت کے سلوک کے بارے میں غیر جانبدار سے قدرے منفی تاثر کی نشاندہی کرتا ہے۔ جوابات میں تغیر پذیری جواب دہندگان کی ایک قابل ذکر تعداد کی طرف اشارہ کرتی ہے جو محسوس کرتے ہیں کہ حکومت تمام برادریوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کرتی۔

بین المذاہب مکالمہ اور ہم آہنگی کا فروغ: 2.69 کا اوسط جواب معاشرے میں بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کے فروغ کے بارے میں خدشات کو اجاگر کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جواب دہندگان محسوس کرتے ہیں کہ بین مذہبی افہام و تفہیم اور تعاون کو فروغ دینے کے لیے مزید کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ کے سوال "میرے خیال میں مذہبی اقلیتوں کو عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک یکساں رسائی حاصل ہے" کے حوالے سے آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اس تناظر میں کچھ مثبت پہلو سامنے آتے ہیں، لیکن چیلنجز کو حل کرنے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔

آئینِ پاکستان اور میثاق مدینہ کی متعلقہ شقوں کی روشنی میں تجزیہ:

- **آرٹیکل 20**: ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور اپنی عبادات ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔
- **آرٹیکل 22**: (1) کسی بھی مذہبی برادری کے افراد کو کسی تعلیمی ادارے میں ایسی مذہبی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو ان کے عقائد کے خلاف ہو۔
- **آرٹیکل 36**: اقلیتوں کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ذمہ داری ریاست پر ہے۔

یہ شقیں عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک یکساں رسائی کے لیے آئینی بنیاد فراہم کرتی ہیں، لیکن ان کا مؤثر نفاذ ضروری ہے۔

میثاق مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ بین المذاہب احترام اور مذہبی آزادی کا ایک تاریخی ماڈل ہے:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[184]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

و ان یهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم

اور نبی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین

- **عبادت گاہوں کی آزادی**: ہر مذہبی گروہ کو اپنے طریقے سے عبادت کرنے کی مکمل آزادی دی گئی۔
- **تعلیمی خود مختاری**: مذہبی برادریوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے اور اسے فروغ دینے کا حق دیا گیا۔
- **تحفظ کا عہد**: ہر مذہب کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری ریاست نے لی۔

یہ اصول اقلیتوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کی ایک اہم بنیاد ہیں۔

۲۔ارتباطی تجزیہ:

ارتباطی میٹرکس:

یہ میٹرکس ان مختلف پہلوؤں کے درمیان تعلقات کو ظاہر کرتی ہے۔

متغیر1	متغیر2	متعلقیت کا عددی سر

[184] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص۵۹

مذہبی آزادی	مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت	0.77
مذہبی آزادی	حکومت کا یکساں سلوک	0.76
مذہبی آزادی	بین المذاہب مکالمے کا فروغ	0.49
مذہبی آزادی	عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی	0.59
مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت	حکومت کا یکساں سلوک	0.56
مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت	بین المذاہب مکالمے کا فروغ	0.6
مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت	عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی	0.69
حکومت کا یکساں سلوک	بین المذاہب مکالمے کا فروغ	0.3
حکومت کا یکساں سلوک	عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی	0.42
بین المذاہب مکالمے کا فروغ	عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی	0.48

اہم مشاہدات:

1. مضبوط مثبت تعلقات:

- مذہبی آزادی اور مذہبی سرگرمیوں میں حفاظت (0.77): یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب لوگ اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کو محسوس کرتے ہیں، تو وہ مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے دوران بھی خود کو محفوظ محسوس کرتے ہیں۔

- مذہبی آزادی اور حکومت کا یکساں سلوک (0.76): یہ تجویز کرتا ہے کہ مذہبی آزادی کا احساس حکومت کے یکساں سلوک کے احساس کے ساتھ مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔

2. معتدل سے مضبوط مثبت تعلقات:

- "مذہبی سر گرمیوں میں حفاظت "اور "عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی" (0.69): یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی سر گرمیوں میں حفاظت کا احساس عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی کے ساتھ مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔

- "مذہبی سر گرمیوں میں حفاظت "اور "بین المذاہب مکالمے کا فروغ" (0.60): یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی سر گرمیوں میں حفاظت کا احساس بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کے فروغ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

3. معتدل مثبت تعلقات:

- "مذہبی آزادی "اور "بین المذاہب مکالمے کا فروغ" (0.49): یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی آزادی کا احساس بین المذاہب مکالمے کے فروغ کے ساتھ معتدل تعلق رکھتا ہے۔

- "مذہبی آزادی "اور "عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی" (0.59): یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی آزادی کا احساس عبادت گاہوں اور مذہبی تعلیم تک رسائی کے ساتھ معتدل تعلق رکھتا ہے۔

4. کمزور تعلقات

- "حکومت کا یکساں سلوک" اور "بین المذاہب مکالمے کا فروغ" (0.30): دیگر تعلقات کی نسبت یہ نسبتاً کمزور ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ حکومت کا یکساں سلوک اور بین المذاہب مکالمے کا فروغ کے درمیان کمزور لیکن مثبت تعلق ہے۔

نتیجہ

تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی آزادی، مذہبی سر گرمیوں میں حفاظت، اور حکومت کا یکساں سلوک کے احساسات آپس میں مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان پہلوؤں میں سے کسی ایک کو فروغ دینا ممکنہ طور پر دوسرے پہلوؤں کو بھی مثبت طور پر متاثر کرے گا، جس سے ایک زیادہ شمولیتی اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پائے گا۔

دوم: معاشرتی مسائل:

	کیاآپ کو لگتاہے کہ آپ کو اپنی کمیو نٹی میں سماجی قبولیت اور شمولیت حاصل ہے؟
count	48
mean	3.75
std	1.183215957
min	2
25%	2.75
50%	4
75%	5
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "مجھے یقین ہے کہ اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح درج ذیل ہے:

1. کل تعداد: 48

-یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.3125

-اوسط جواب 3.3125 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں۔

3. معیاری انحراف: 0.87321246

-معیاری انحراف تقریباً 0.873 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے لیکن زیادہ تر جوابات اوسط کے قریب ہیں۔

4. کم از کم: 2

-سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے منفی جواب بھی زیادہ منفی نہیں تھا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 2.75

- 25% افراد نے اس بیان کو 2.75 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا، حالانکہ یہ کم از کم درجہ بندی 2 سے زیادہ تھا۔

6. درمیانی (50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50 ویں اور 75 ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 4

-سب سے زیادہ درجہ بندی 4 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

خلاصہ:

زیادہ تر جواب دہندگان کا مضبوط یقین ہے کہ اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں، جیسا کہ درمیانی اور 75 ویں پرسنٹائل دونوں زیادہ سے زیادہ اسکور 4 پر ہیں۔ اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کافی اوپر ہے۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ اقلیتی برادریوں کے لیے معاونت کے نظام موجود ہیں۔

آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی متعلقہ شقوں کی روشنی میں تجزیہ:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی حقوق حاصل ہیں۔
- **آرٹیکل 26 اور 27** : کسی بھی شخص کو عوامی مقامات یا ملازمتوں تک رسائی میں مذہب، نسل، یا کسی اور بنیاد پر امتیاز کا سامنا نہیں ہوگا۔
- **آرٹیکل 36** : اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے مفادات کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ریاست پر ہے۔

یہ شقیں اقلیتوں کو سماجی قبولیت اور مساوی شمولیت کی ضمانت فراہم کرتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ میں سماجی شمولیت اور برابری کے اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا گیا:

و ان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفه[185]

اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودی اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی

و ان علی الیهود نفقتهم و علی المسلمین نفقتهم[186]

---

[185] ایضاً

[186] ایضاً

اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہو گا اور مسلمان پر ان کے خرچ کا۔

- **اجتماعی شہری حقوق** : تمام افراد، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، مدینہ کی ریاست کے برابر شہری تھے۔
- **باہمی تحفظ اور تعاون** : ہر برادری کو ریاست میں اپنی شمولیت اور حقوق کے حوالے سے تحفظ حاصل تھا۔
- **معاشرتی یکجہتی** : مختلف گروہوں کے درمیان سماجی تعاون اور مشترکہ فلاح و بہبود کے اصول طے کیے گئے تھے۔

یہ اصول معاشرے میں ہر فرد کو قبولیت اور شمولیت فراہم کرنے کے لیے بہترین مثال ہیں۔

	کیا پاکستان میں مذہب کی بنیاد پر تفریق سماجی معاملات میں رائج ہے؟
Count	48
Mean	3.1875
Std	0.981070844
Min	1
25%	2.75
50%	3.5
75%	4
Max	4

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں مذہب کی بنیاد پر تفریق سماجی معاملات میں رائج نہیں ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.1875

- اوسط جواب 3.1875 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ سماجی معاملات میں مذہب کی بنیاد پر تفریق رائج نہیں ہے۔

3. معیاری انحراف: 0.981070844

- معیاری انحراف تقریباً 0.981 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے لیکن زیادہ تر جوابات اوسط کے قریب ہیں۔

4. کم از کم: 1

- سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 2.75

- 25% افراد نے اس بیان کو 2.75 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 3.5

- درمیانی جواب 3.5 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو درمیانی سے اوپر درجہ دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے معتدل یا زیادہ اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75%افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 75ویں پرسنٹائل 4 ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 4

-سب سے زیادہ درجہ بندی 4 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے **مکمل** اتفاق کیا۔

زیادہ تر جواب دہندگان کا یقین ہے کہ سماجی معاملات میں مذہب کی بنیاد پر تفریق رائج نہیں ہے، جیسا کہ درمیانی اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 3.5 اور 4 پر ہیں۔ اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کافی اوپر ہے۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ سماجی معاملات میں مذہب کی بنیاد پر تفریق رائج نہیں ہے۔

آئینِ پاکستان اور میثاق مدینہ کی متعلقہ شقوں کا جائزہ:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی تحفظ حاصل ہوگا۔
- **آرٹیکل 26 اور 27** : عوامی مقامات، تعلیمی اداروں، اور ملازمتوں میں کسی بھی شخص کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جاسکتا۔
- **آرٹیکل 20** : ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہے، جو سماجی معاملات میں مذہبی تفریق کو ختم کرنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

آئین پاکستان کی یہ دفعات سماجی معاملات میں مذہبی بنیادوں پر تفریق کے خاتمے کو یقینی بناتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ ایک ایسی ریاست کے قیام کا معاہدہ تھا جس میں:

و ان بينهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحيفه[187]

اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودی اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی

و ان علی الیهود نفقتهم و علی المسلمين نفقتهم[188]

اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہوگا اور مسلمان پر ان کے خرچ

- **مساوی حقوق** : تمام مذاہب کے ماننے والوں کو برابر کا شہری تسلیم کیا گیا۔
- **باہمی احترام** : کسی بھی مذہب یا قبیلے کے ساتھ تفریق نہیں برتی گئی۔
- **اجتماعی انصاف** : تمام شہریوں کو مساوی تحفظ فراہم کیا گیا اور تمام سماجی معاملات میں برابری کو یقینی بنایا گیا۔

یہ اصول ایک مثالی معاشرتی ڈھانچے کی وضاحت کرتے ہیں، جو پاکستان جیسے کثیر مذہبی معاشرے میں بھی لاگو ہو سکتے ہیں۔

	کیا ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی کی جاتی ہے؟
count	48
mean	2.4375
std	1.263262971
min	1
25%	1
50%	2
75%	4
max	4

---

[187] ایضاً

[188] ایضاً

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میرے خیال میں ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی کی جاتی ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 2.4375

- اوسط جواب 2.4375 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے کچھ حد تک اتفاق کیا، لیکن یہ اتفاق مضبوط نہیں تھا۔

3. معیاری انحراف: 1.263262971

- معیاری انحراف تقریباً 1.263 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے۔ کچھ لوگ اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کرتے جبکہ کچھ لوگ مضبوطی سے اتفاق کرتے ہیں۔

4. کم از کم: 1

- سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25 ویں پرسنٹائل (25%): 1

- 25% افراد نے اس بیان کو 1 درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ بالکل بھی مثبت نہیں تھا۔

6. درمیانی (50%): 2

-درمیانی جواب 2 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو درمیانی درجہ بندی دی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے معتدل یا کم اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا جبکہ زیادہ تر افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

8. زیادہ سے زیادہ: 4

-سب سے زیادہ درجہ بندی 4 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا یقین ہے کہ ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی نہیں کی جاتی، جیسا کہ درمیانی اور 25ویں پرسنٹائل دونوں کی درجہ بندی کم ہے۔اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کم ہے۔معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر متفق ہے کہ اقلیتوں کی مناسب نمائندگی نہیں کی جاتی۔

اس سوال کے تناظر میں، یہ خوش آئند بات ہے کہ اقلیتوں کو کچھ حد تک نمائندگی حاصل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کی روشنی میں، اقلیتوں کی ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں نمائندگی کو مزید مؤثر بنانے کے لیے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔

آئین پاکستان اور میثاق مدینہ کی روشنی میں تجزیہ:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی مواقع فراہم کیے جائیں گے۔
- **آرٹیکل 28** : ہر برادری کو اپنی ثقافت، زبان، اور روایات کے تحفظ اور فروغ کا حق حاصل ہے۔
- **آرٹیکل 36** : اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ریاست پر خصوصی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

آئین پاکستان کی یہ شقیں اقلیتوں کو قومی سطح پر اپنی ثقافت اور روایات کے اظہار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ میں مختلف قبائل اور مذاہب کے درمیان مساوات اور تعاون کو فروغ دیا گیا:

و ان یهود بني عوف امة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم

اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں یہودیوں کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین

- **ثقافتی آزادی** : تمام گروہوں کو اپنی ثقافت اور روایات کو محفوظ رکھنے کی آزادی دی گئی۔
- **نمائندگی کا اصول** : ریاست میں ہر کمیونٹی کو اپنی اہمیت کے مطابق شامل کیا گیا۔

	کیا کمیونٹی کے اکثریتی ارکان آپ کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں؟
count	48
mean	3.1875
std	0.910585892
min	2
25%	2
50%	3.5
75%	4
max	4

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں، کمیونٹی کے اکثریتی ارکان میرے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.1875

- اوسط جواب 3.1875 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ کمیونٹی کے اکثریتی ارکان ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

3. معیاری انحراف: 0.910585892

- معیاری انحراف تقریباً 0.911 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے لیکن زیادہ تر جوابات اوسط کے قریب ہیں۔

4. کم از کم: 2

- سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا۔

5. 25 ویں پرسنٹائل (25%): 2

- 25% افراد نے اس بیان کو 2 درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 3.5

- درمیانی جواب 3.5 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو درمیانی سے اوپر درجہ دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے معتدل یا زیادہ اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 75ویں پرسنٹائل 4 ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 4

- سب سے زیادہ درجہ بندی 4 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

زیادہ تر جواب دہندگان کا یقین ہے کہ کمیونٹی کے اکثریتی ارکان ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں، جیسا کہ درمیانی اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 3.5 اور 4 پر ہیں۔ اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کافی اوپر ہے۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ کمیونٹی کے اکثریتی ارکان ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

پاکستان میں اقلیتوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ دونوں کے اصول رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اس سوال کے تناظر میں، جہاں غیر مسلم اقلیتوں کی مختلف آراء ہیں کہ آیا اکثریتی کمیونٹی ان کے ساتھ احترام سے پیش آتی ہے یا نہیں، یہ مسئلہ سماجی اور قانونی دونوں زاویوں سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

آئینِ پاکستان کی متعلقہ دفعات

1. **آرٹیکل 20:**

ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق دیتا ہے۔

2. **آرٹیکل 25:**

قانون کے سامنے تمام شہری برابر ہیں اور مساوی تحفظ کے حق دار ہیں، بغیر کسی امتیاز کے۔

3. **آرٹیکل 36:**

ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق، ان کے مفادات کے تحفظ اور ان کی آزادی کو یقینی بنانے کے لیے ذمہ دار ہے۔

آئین میں دی گئی یہ دفعات اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتی ہیں، اور اکثریتی کمیونٹی کو اس بات کی یاد دہانی کراتی ہیں کہ اقلیتوں کے ساتھ عزت اور مساوی سلوک کرنا ان کا آئینی اور اخلاقی فرض ہے۔

میثاقِ مدینہ کے اصول

میثاقِ مدینہ کو اسلامی معاشرت کی پہلی تحریری دستاویز مانا جاتا ہے، جس میں مدینہ کی مختلف کمیونٹیز (مسلمان، یہودی، اور دیگر قبائل) کے ساتھ امن و انصاف پر مبنی معاہدے کیے گئے تھے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں:

1. **انصاف کی ضمانت:**

تمام شہری، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کو مساوی حقوق دیے گئے۔

2. **تحفظ کی یقین دہانی:**

غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی معاملات اور زندگی کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔

3. **سماجی ہم آہنگی کا فروغ:**

تمام کمیونٹیز کو ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ رہنے کا پابند بنایا گیا۔

	آپ کے خیال میں کیا اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں؟
count	48
mean	3.3125
std	0.87321246
min	2
25%	2.75
50%	4
75%	4
max	4

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "مجھے یقین ہے کہ اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

-یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.3125

-اوسط جواب 3.3125 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں۔

3. معیاری انحراف: 0.87321246

-معیاری انحراف تقریباً 0.873 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے لیکن زیادہ تر جوابات اوسط کے قریب ہیں۔

4. کم از کم: 2

-سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 2.75

- 25% افراد نے اس بیان کو 2.75 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75%افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔چونکہ 50ویں اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 4

-سب سے زیادہ درجہ بندی 4 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا مضبوط یقین ہے کہ اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام موجود ہیں، جیسا کہ درمیانی اور 75ویں پرسنٹائل دونوں زیادہ سے زیادہ اسکور 4 پر ہیں۔اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کافی اوپر ہے۔معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ اقلیتی برادریوں کے لیے معاونت کے نظام موجود ہیں۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

پاکستان کا آئین سماجی معاونت کے نظام کو مضبوط بنانے کے لیے ایک مضبوط فریم ورک فراہم کرتا ہے، خاص طور پر اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے:

1. **آرٹیکل 38:**

ریاست تمام شہریوں، بالخصوص کمزور طبقات (جن میں اقلیتیں شامل ہیں)، کو سماجی اور اقتصادی تحفظ فراہم کرنے کی پابند ہے۔اس میں صحت، تعلیم، اور روزگار کی سہولیات شامل ہیں۔

2. **آرٹیکل 36:**

اقلیتوں کے حقوق اور ان کے مفادات کے تحفظ کی یقین دہانی کراتا ہے۔

یہ دفعات ریاست پر زور دیتی ہیں کہ اقلیتوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام کو نہ صرف قائم کرے بلکہ ان کو مؤثر طریقے سے نافذ بھی کرے۔

میثاقِ مدینہ کے اصول

میثاقِ مدینہ اقلیتوں کے ساتھ انصاف، مساوات، اور معاونت کے اصول وضع کرتا ہے:

و ان يهود بني عوف امة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم و انفسهم الامن ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهل بيته[189]

اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں یہودیوں کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

---

1. **مشترکہ ذمہ داری:**

تمام کمیونٹیز کو معاشرے کی بہتری کے لیے مشترکہ طور پر کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، بشمول کمزور طبقات کی مدد۔

2. **تحفظ اور امداد کی ضمانت:**

معاہدے میں واضح طور پر اقلیتوں کو نہ صرف ان کی مذہبی آزادی بلکہ ان کی جان، مال، اور حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی۔

[189] ایضاً

3. **مدینہ کے فلاحی نظام کی بنیاد:**

سماجی فلاحی ریاست کے تصور کو مضبوط کرنے کے لیے میثاقِ مدینہ نے کمیونٹی کے تمام طبقات کو ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کا پابند بنایا۔

معاشرتی مسائل کا ارتباطی تجزیہ:

مندرجہ ذیل ارتباطی میٹرکس سے سیاسی مسائل سے متعلقہ تمام متغیرات کا باہمی تعلق ظاہر کیا گیا ہے۔

	سماجی قبولیت اور شمولیت حصول	مذہب کی بنیاد پر تفریق سماج	ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی	کمیونٹی کے ارکان کا احترام کے ساتھ پیش آنا	اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام
سماجی قبولیت اور شمولیت حصول	1	0.445088175	0.03345124	0.479540739	0.016131131
مذہب کی بنیاد پر تفریق سماج	0.445088175	1	0.198356591	0.331150809	- 0.150775285
ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی	0.03345124	0.198356591	1	0.271666031	0.532591439
کمیونٹی کے ارکان کا احترام کے ساتھ پیش آنا	0.479540739	0.331150809	0.271666031	1	0.424456253
اقلیتی برادریوں کی مدد کے لیے سماجی معاونت کے نظام	0.016131131	-0.15077529	0.532591439	0.424456253	1

تجزیاتی خلاصہ:

1. **سماجی قبولیت اور شمولیت بمقابلہ اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے احترام:**
   - تعلق: 0.479
   - مفہوم: ایک درمیانہ مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ جو جواب دہندگان اپنی کمیونٹی میں سماجی قبولیت اور شمولیت محسوس کرتے ہیں، وہ عموماً اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے بھی زیادہ احترام محسوس کرتے ہیں۔
2. **سماجی قبولیت اور شمولیت بمقابلہ مذہبی تفریق کی عدم موجودگی:**
   - تعلق: 0.445

- مفہوم: ایک درمیانہ مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ جو جواب دہندگان سماجی قبولیت اور شمولیت محسوس کرتے ہیں، وہ عموماً سماجی معاملات میں کم مذہبی تفریق بھی محسوس کرتے ہیں۔

3. **سماجی قبولیت اور شمولیت بمقابلہ ثقافتی نمائندگی:**

- تعلق: 0.033
- مفہوم: ایک بہت ہی کمزور مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ سماجی قبولیت اور شمولیت کے احساس اور میڈیا میں مناسب ثقافتی نمائندگی کے درمیان کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

4. **مذہبی تفریق کی عدم موجودگی بمقابلہ اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے احترام:**

- تعلق: 0.331
- مفہوم: ایک درمیانہ مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ جو جواب دہندگان کم مذہبی تفریق محسوس کرتے ہیں، وہ عموماً اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے زیادہ احترام بھی محسوس کرتے ہیں۔

5. **ثقافتی نمائندگی بمقابلہ اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام:**

- تعلق: 0.533
- مفہوم: ایک مضبوط مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ جو جواب دہندگان میڈیا میں مناسب ثقافتی نمائندگی محسوس کرتے ہیں، وہ عموماً اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام کی موجودگی بھی محسوس کرتے ہیں۔

6. **اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے احترام بمقابلہ اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام:**

- تعلق: 0.424
- مفہوم: ایک درمیانہ مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے کہ جو جواب دہندگان اکثریتی کمیونٹی کے ارکان سے احترام محسوس کرتے ہیں، وہ عموماً اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام کی موجودگی بھی محسوس کرتے ہیں۔

7. **مذہبی تفریق کی عدم موجودگی بمقابلہ اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام:**

- تعلق: -0.151

- مفہوم: ایک کمزور منفی تعلق ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی تفریق کی کم موجودگی اور اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام کی موجودگی کے درمیان معمولی منفی تعلق ہے۔

نتائج:

اس فصل میں پاکستان میں موجود مذہبی اقلیتوں کے مختلف مسائل کا تجزیہ کیا گیا ہے، جو ان کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ اس فصل کے نتائج کو مختلف سروے سوالات اور تجزیاتی طریقوں کے ذریعے سامنے لایا گیا ہے۔ یہاں پر اہم نکات پیش کیے گئے ہیں:

1. **مذہبی آزادی کا احترام** : اکثر جواب دہندگان نے تسلیم کیا کہ پاکستان میں مذہبی آزادی اور اظہار رائے کے احترام کا ایک معتدل مثبت رویہ پایا جاتا ہے۔ تاہم، کچھ لوگوں نے اس بات پر اختلاف بھی کیا ہے کہ آیا واقعی اس آزادی کا پورا احترام کیا جاتا ہے یا نہیں۔

2. **سماجی قبولیت** : سروے کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے جواب دہندگان نے اپنی کمیونٹی میں سماجی قبولیت اور شمولیت کا تجربہ کوئی خاص مثبت طور پر نہیں دیکھا۔ کچھ جواب دہندگان نے اکثریتی کمیونٹی کے ارکان کے ساتھ اپنے تعاملات کو احترام کے ساتھ تعبیر کیا، لیکن مجموعی طور پر اس حوالے سے رائے میں تفاوت پایا گیا۔

3. **مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مشکلات** : پاکستان میں موجود اقلیتوں کو بعض اوقات اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ، بعض اوقات مذہبی مقامات کو نقصان پہنچانے کی بھی شکایات ہیں۔

4. **ثقافتی تقریبات میں اقلیتوں کی نمائندگی** : ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی کے حوالے سے سروے کے نتائج زیادہ مثبت نہیں ہیں۔ زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اقلیتوں کی نمائندگی ناکافی ہے، جس سے ان کی شناخت اور شرکت پر اثر پڑتا ہے۔

5. **نفرت انگیزی اور تعصب** : اقلیتوں کو بعض اوقات تعصب اور نفرت انگیز رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی معاشرتی حیثیت اور روزمرہ زندگی پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ اس قسم کے رویے ان کے سماجی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

6. **حکومت کی ذمہ داری**: ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اقلیتوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مؤثر پالیسیاں بنائے اور ان کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ اس میں غربت کے خاتمے، تعلیم اور صحت کی خدمات کی فراہمی، اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کے اقدامات شامل ہیں۔ سروے کے نتائج کے مطابق، حکومت کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے اقدامات کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر، اس فصل کے نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتیں کئی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہیں، جن میں مذہبی آزادی کی محدودیت، سماجی اور تعلیمی امتیاز، اور معاشرتی تعصب شامل ہیں۔ یہ مسائل ان کی روزمرہ زندگی اور معاشرتی ترقی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے نہ صرف حکومتی اقدامات بلکہ معاشرتی رویوں میں تبدیلی بھی ضروری ہے۔

یہ نتائج اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کی بہتری کے لیے فوری اور مؤثر اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشرتی نظام قائم کیا جا سکے۔

تجزیہ:

فصل اول میں پاکستان میں اقلیتوں کے مذہبی اور معاشرتی مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تجزیے سے کئی اہم نکات سامنے آتے ہیں جو اقلیتوں کی روزمرہ زندگی اور ان کے مذہبی و سماجی حقوق کے حوالے سے اہم ہیں:

1. **مذہبی آزادی اور تحفظ:**

- سروے کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقلیتوں کو مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہوئے تحفظ کا احساس تو ہے، لیکن یہ تحفظ مکمل اور ہمہ گیر نہیں ہے۔ کئی افراد نے مذہبی رسومات کی ادائیگی میں رکاوٹوں کا سامنا کرنے کی شکایت کی ہے، جو ان کی مذہبی آزادی پر اثرانداز ہوتا ہے۔
- پاکستان کے آئین میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، مگر عملی طور پر یہ آزادی مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتی۔ توہینِ مذہب کے قوانین کا غلط استعمال اور مذہبی مقامات پر حملے اقلیتوں کی مذہبی آزادی کے لیے مستقل خطرہ ہیں۔
- میثاق مدینہ بھی اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

2. معاشرتی تعصب اور امتیازی سلوک:

- معاشرتی تعصب ایک اہم مسئلہ ہے جو اقلیتوں کی معاشرتی حیثیت کو متاثر کرتا ہے۔ اقلیتوں کو تعلیمی اداروں، دفاتر، اور عوامی مقامات پر امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی سماجی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔
- سماجی تعلقات کے تناظر میں، اکثریتی برادری کے افراد کے ساتھ اقلیتوں کا میل جول محدود رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود کو معاشرتی طور پر الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، نفرت انگیز مہمات اور مذہبی بنیادوں پر ہونے والے تنازعات بھی ان کے لیے چیلنجز پیدا کرتے ہیں۔

3. سماجی قبولیت اور شمولیت:

- اقلیتوں کے لیے سماجی قبولیت اور شمولیت کے حوالے سے بھی مسائل پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ کچھ افراد کو کمیونٹی میں قبولیت اور احترام حاصل ہوتا ہے، لیکن مجموعی طور پر اقلیتیں خود کو معاشرتی دھارے میں شامل کرنے میں مشکلات کا سامنا کرتی ہیں۔
- ثقافتی تقریبات اور میڈیا میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے ان کی ثقافتی شناخت اور ورثہ دب جاتا ہے۔

4. مذہبی و سماجی معاونت کا فقدان:

- اقلیتی برادریوں کے لیے سماجی معاونت کے نظام کی عدم موجودگی بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ سے اقلیتوں کو اپنی کمیونٹی کے اندر اور باہر سماجی تحفظ اور حمایت حاصل کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

اس فصل کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مذہبی اور سماجی دونوں میدانوں میں متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ اگرچہ آئینی طور پر انہیں حقوق حاصل ہیں، لیکن عملی سطح پر ان حقوق کا نفاذ اکثر ناکافی رہتا ہے۔ معاشرتی تعصب، امتیازی سلوک، اور سماجی عدم مساوات کی وجہ سے اقلیتوں کو ان کی زندگی کے ہر پہلو میں مشکلات کا سامنا ہے۔

یہ مسائل ایک منظم اور جامع حکمت عملی کا تقاضا کرتے ہیں، جس میں حکومتی سطح پر پالیسی سازی، سماجی شعور کی بیداری، اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اقدامات شامل ہیں۔ صرف اسی صورت میں ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشرتی نظام تشکیل پا سکتا ہے جہاں اقلیتیں بھی مساوی حقوق اور مواقعوں کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

سفارشات

فصل اول میں اقلیتوں کے مذہبی اور معاشرتی مسائل کے تجزیے کے بعد، درج ذیل سفارشات پیش کی جارہی ہیں تاکہ ان مسائل کو مؤثر انداز میں حل کیا جاسکے:

1. **مذہبی آزادی کا تحفظ:**

- **قانونی اصلاحات**: توہینِ مذہب کے قوانین کا جائزہ لے کر ان میں اصلاحات کی جائیں تاکہ ان کا غلط استعمال روکا جاسکے۔ اس کے علاوہ، مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے مزید قوانین وضع کیے جائیں اور ان کے مؤثر نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔
- **مذہبی مقامات کا تحفظ**: اقلیتوں کے مذہبی مقامات کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اقلیتوں کے مذہبی مقامات پر حملوں کو روکنے کے لیے سخت اقدامات کرے اور ایسے واقعات میں ملوث افراد کو انصاف کے کٹہرے میں لائے۔

2. **معاشرتی تعصب کے خاتمے کے لیے اقدامات:**

- **تعلیمی اداروں میں آگاہی**: تعلیمی نصاب میں مذہبی ہم آہنگی اور بین المذاہب احترام پر مبنی مواد شامل کیا جائے۔ تعلیمی اداروں میں طلبہ کو اقلیتوں کے حقوق اور ان کے احترام کے حوالے سے تربیت دی جائے۔
- **سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر مہمات**: معاشرتی تعصب کے خاتمے کے لیے سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر آگاہی مہمات چلائی جائیں۔ ان مہمات کے ذریعے عوام میں اقلیتوں کے بارے میں مثبت رویے پیدا کیے جائیں اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

3. سماجی شمولیت اور قبولیت کے فروغ کے لیے اقدامات:

- **ثقافتی نمائندگی**: اقلیتوں کی ثقافتی تقریبات اور ان کی شناخت کو فروغ دینے کے لیے سرکاری سطح پر اقدامات کیے جائیں۔ میڈیا میں اقلیتوں کی مثبت نمائندگی کو یقینی بنایا جائے تاکہ ان کی ثقافتی شناخت کو اجاگر کیا جا سکے۔
- **بین المذاہب مکالمے کی حوصلہ افزائی**: معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب مکالموں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔اس سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان افہام و تفہیم کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

4. سماجی معاونت کے نظام کی بہتری:

- **معاونت کے پروگرامز**: اقلیتی برادریوں کے لیے خصوصی سماجی معاونت کے پروگرامز شروع کیے جائیں۔ ان پروگرامز کے تحت اقلیتوں کو تعلیم، صحت، اور روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ اپنی معاشرتی حیثیت کو بہتر بنا سکیں۔
- **حکومتی و غیر حکومتی تعاون**: حکومت کو غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ مل کر اقلیتوں کے لیے معاونت کے نظام کو مضبوط بنانا چاہیے۔اس کے لیے اقلیتوں کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے والے خصوصی ادارے قائم کیے جائیں۔

5. قانونی تحفظ اور انصاف تک رسائی:

- **عدلیہ کا کردار**: عدلیہ کو چاہیے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر کردار ادا کرے۔اقلیتوں کو انصاف تک رسائی کے عمل کو آسان بنایا جائے اور ان کے مقدمات کو ترجیحی بنیادوں پر نمٹایا جائے۔
- **ہیومن رائٹس کمیشن کا کردار**: پاکستان کے ہیومن رائٹس کمیشن کو اقلیتوں کے مسائل کے حوالے سے زیادہ فعال ہونا چاہیے۔اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی مانیٹرنگ کی جائے اور اس کے نتائج حکومت کو فراہم کیے جائیں۔

یہ سفارشات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اقلیتوں کے مذہبی اور معاشرتی مسائل کے حل کے لیے جامع اقدامات کی ضرورت ہے۔ حکومت، تعلیمی ادارے، میڈیا، اور سول سوسائٹی کو مل کر ایک ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے جہاں اقلیتیں خود کو محفوظ، مساوی اور باعزت شہری محسوس کر سکیں۔

فصلِ دوئم: غیر مسلم شہریوں کے سیاسی و معاشی حقوق اور حائل رکاوٹیں

پاکستان کی آبادی مختلف نسلی، مذہبی اور ثقافتی گروہوں پر مشتمل ہے، جن میں اقلیات بھی شامل ہیں جو اپنی منفرد شناخت اور روایات کے ساتھ اس معاشرے کا حصہ ہیں۔ تاہم، اقلیات کو ملک میں ہمیشہ برابر کے مواقع اور حقوق میسر نہیں آتے، جس کی وجہ سے وہ مختلف سیاسی اور معاشی مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ اس فصل میں، اقلیتوں کے ان مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا جو انہیں پاکستان کی سیاسی و معاشی دھارے میں شامل ہونے میں درپیش ہیں۔

سیاسی طور پر، اقلیتوں کو مختلف رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں ان کی مناسب نمائندگی کی کمی اور ان کے حقوق کی پامالی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، اقلیتی گروہوں کے مسائل کو اکثر نظرانداز کیا جاتا ہے، جس سے ان کی آواز دب جاتی ہے اور ان کے مسائل حل نہیں ہو پاتے۔ معاشی لحاظ سے، اقلیتیں اکثر سماجی و معاشی ترقی کے عمل میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ انہیں روزگار کے مواقعوں میں تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری وسائل کی کمی ہوتی ہے۔

اس فصل کا مقصد ان سیاسی و معاشی مسائل کی تفصیل کے ساتھ تشریح کرنا ہے جو اقلیتوں کو درپیش ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ان مسائل کے ممکنہ حل پر بھی غور کرنا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح اقلیتیں ان مسائل سے نبرد آزما ہیں اور ان کے حل کے لیے کیا اقدامات کیے جاسکتے ہیں تاکہ ایک منصفانہ اور مساوی معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

اول: سیاسی مسائل

سوال نمبر ا

	کیا پاکستان میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے؟
count	48
mean	3.25
std	1.238278375

min	1
25%	2
50%	4
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 16 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.25

- اوسط جواب 3.25 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔

3. معیاری انحراف: 1.238278375

- معیاری انحراف تقریباً 1.238 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4. کم از کم: 1

- سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

.5 25ویں پرسنٹائل (25%): 2

- 25% افراد نے اس بیان کو 2 درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

.6 درمیانی (50%): 4

- درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

.7 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50 ویں اور 75 ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

.8 زیادہ سے زیادہ: 5

- سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا یقین ہے کہ اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے، جیسا کہ درمیانی اور 75 ویں پرسنٹائل دونوں 4 پر ہیں۔ اوسط جواب بھی اس کی حمایت کرتا ہے، جو پیمانے کے درمیانی نقطہ سے کافی اوپر ہے۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر مثبت ہے کہ اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔

اقلیتوں کی سیاسی فیصلہ سازی میں مناسب نمائندگی ایک اہم مسئلہ ہے، اور اس پر مختلف رائے کا ہونا فطری ہے۔ آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ دونوں اس مسئلے کے جائزے اور اس کی بہتری کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

پاکستان کا آئین اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی اور فیصلہ سازی میں ان کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے متعدد دفعات فراہم کرتا ہے:

1. **آرٹیکل 51:**

قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں مختص ہیں، جن کا مقصد انہیں فیصلہ سازی میں حصہ دار بنانا ہے۔

2. **آرٹیکل 106:**

صوبائی اسمبلیوں میں بھی اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں موجود ہیں تاکہ ان کے مفادات اور مسائل پر توجہ دی جا سکے۔

3. **آرٹیکل 36:**

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، جس میں ان کی سیاسی شمولیت بھی شامل ہے۔

یہ دفعات اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ اقلیتوں کو پارلیمنٹ اور دیگر حکومتی اداروں میں مناسب نمائندگی حاصل ہو۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

میثاقِ مدینہ ایک ایسی مثال ہے جہاں مختلف مذاہب اور گروہوں کو مدینہ کی ریاست کے فیصلہ سازی کے عمل میں شامل کیا گیا:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[190]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

1. **مشترکہ مشاورت:**

میثاقِ مدینہ نے تمام کمیونٹیز کو ریاست کے امور میں شامل ہونے کا حق دیا، جہاں معاملات مشاورت سے طے کیے جاتے تھے۔

---

[190] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

2. **برابر حقوق:**

میثاق کے تحت غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مساوی شہری حقوق دیے گئے اور ان کے مفادات کا تحفظ کیا گیا۔

3. **کمیونٹی کا کردار:**

ہر کمیونٹی کو اپنی آزادی کے ساتھ رہنے کا حق دیا گیا اور انہیں ریاست کی مشترکہ فلاح و بہبود میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی کا جائزہ

موجودہ صورت حال:

- **مثبت پہلو:**

اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں سیاسی عمل میں ان کی شمولیت کو ممکن بناتی ہیں۔ یہ نظام اقلیتوں کو پارلیمنٹ میں اپنی آواز بلند کرنے اور ان کے مسائل پر بحث کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

- **چیلنجز:**
  - مخصوص نشستوں پر نمائندے عام طور پر سیاسی جماعتوں کے ذریعے نامزد کیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اقلیتوں کے براہِ راست انتخاب کا موقع محدود ہو جاتا ہے۔
  - اقلیتوں کے نمائندے اکثر مخصوص حلقوں میں اپنی کمیونٹی کی حقیقی آواز بننے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔
  - پالیسی سازی میں ان کی شرکت محدود ہو سکتی ہے، کیونکہ فیصلہ سازی کے بڑے عمل پر اکثریتی ارکان کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲

	کیاآپ کو یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں؟
count	48
mean	3.125

Std	1.204159458
min	1
25%	2
50%	3
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

-یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.125

-اوسط جواب 3.125 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں، لیکن یہ اتفاق معتدل نوعیت کا ہے۔

3. معیاری انحراف: 1.204159458

-معیاری انحراف تقریباً 1.204 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4. کم از کم: 1

-سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 2

- 25% افراد نے اس بیان کو 2 درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 3

- درمیانی جواب 3 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو درمیانی درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے معتدل اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں پرسنٹائل 3 ہے اور 75ویں پرسنٹائل 4 ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو درمیانی یا زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 5

- سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک معتدل تعداد کا یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں، جیسا کہ اوسط جواب 3.125 اور درمیانی جواب 3 ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے، یعنی کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر معتدل اتفاق کرتا ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے مسائل کو حل کرتی ہیں، لیکن اتفاق کی شدت میں مختلف آراء موجود ہیں۔

اقلیتوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرنے میں سیاسی جماعتوں کے کردار پر مختلف آراء کا ہونا ایک اہم پہلو ہے۔ آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ دونوں سیاسی اور سماجی انصاف کو یقینی بنانے کے اصول فراہم کرتے ہیں، جو اس مسئلے کا جائزہ لینے اور اس میں بہتری کی تجاویز دینے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

1. **آرٹیکل 36:**

آئینِ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ سیاسی جماعتیں ریاستی نظام کا حصہ ہوتے ہوئے ان حقوق کے تحفظ کی پابند ہیں۔

2. **آرٹیکل 38:**

یہ آرٹیکل تمام شہریوں کی سماجی، اقتصادی اور سیاسی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کا تقاضا کرتا ہے، جس میں اقلیتوں کو ان کے حقوق اور مسائل کے حل میں شامل کرنا شامل ہے۔

3. **سیاسی جماعتوں کا کردار:**

تمام سیاسی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے منشور اور پالیسیز میں اقلیتوں کے مسائل کو نمایاں کریں اور ان کے حل کے لیے اقدامات تجویز کریں۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

میثاقِ مدینہ ایک فلاحی اور مساوات پر مبنی سیاسی نظام کی بہترین مثال ہے، جہاں تمام کمیونٹیز کو اپنے مسائل بیان کرنے اور ان کے حل کے لیے ریاستی نظام میں شمولیت کا حق دیا گیا تھا:

انهم امت واحدة ومن دون الناس[191]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی۔

1. **مساوی حقوق اور تحفظ:**

میثاقِ مدینہ کے مطابق، ریاست تمام شہریوں کے جان، مال، اور مذہبی آزادی کا تحفظ کرتی ہے، اور تمام گروہوں کو برابری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

---

[191] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

2. **مشترکہ مسائل کا حل:**

مختلف مذاہب اور کمیونٹیز کے خدشات کو مشاورت کے ذریعے حل کرنے پر زور دیا گیا۔

3. **قیادت کا کردار:**

ریاستی قیادت کا بنیادی مقصد تمام کمیونٹیز کے مسائل کو حل کرنا اور ان کے حقوق کا تحفظ یقینی بنانا تھا۔

سوال نمبر ۳۔

	کیا بطور اقلیتی رکن آپ کا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے؟
count	48
mean	3.6875
Std	1.25
Min	1
25%	3.5
50%	4
75%	4.25
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2.اوسط:3.6875

-اوسط جواب 3.6875 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ ان کا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے، اور یہ اتفاق کافی مضبوط ہے۔

3.معیاری انحراف:1.25

-معیاری انحراف 1.25 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4.کم از کم:1

-سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل(25%): 3.5

- 25%افراد نے اس بیان کو 3.5 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کافی مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4.25

- 75%افراد نے اس بیان کو 4.25 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو کافی مثبت درجہ بندی دی۔

8.زیادہ سے زیادہ:5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

خلاصہ تشریح:

زیادہ تر جواب دہندگان کا مضبوط یقین ہے کہ ان کا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے، جیسا کہ اوسط جواب 3.6875 اور درمیانی جواب 4 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ ان کا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

اقلیتوں کے ووٹ کے سیاسی نتائج پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے رائے ایک اہم موضوع ہے، جو اقلیتوں کی سیاسی شمولیت اور جمہوری عمل میں ان کے کردار کو واضح کرتا ہے۔ آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ اس معاملے پر رہنمائی فراہم کرتے ہیں، اور اس مسئلے کا جائزہ ان دونوں کے تناظر میں لیا جا سکتا ہے۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

1. **آرٹیکل 17 (سیاسی وابستگی کا حق):**

پاکستان کے آئین کے مطابق، ہر شہری کو سیاسی جماعت میں شمولیت اور اپنے ووٹ کے ذریعے جمہوری عمل میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے، خواہ وہ اقلیتی برادری سے ہو یا اکثریتی۔

2. **آرٹیکل 51 اور 106 (قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی):**

اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں ان کے ووٹ کے سیاسی اثرات کو یقینی بناتی ہیں۔ یہ نشستیں اقلیتوں کو یہ موقع فراہم کرتی ہیں کہ وہ اپنی آواز بلند کریں اور قانون سازی کے عمل میں حصہ لیں۔

3. **آرٹیکل 25 (برابری):**

آئین تمام شہریوں کو مساوی حقوق دیتا ہے، اور اس میں ووٹ دینے کا حق بھی شامل ہے۔ یہ اصول اقلیتوں کے ووٹ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

و ان یهود بني عوف امة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم و انفسهم الامن ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهل بيته[192]

اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں یہودیوں کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

1. **مشترکہ فیصلہ سازی:**

میثاقِ مدینہ کے تحت تمام کمیونٹیز کو ریاستی معاملات میں برابر کی حیثیت دی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہر گروہ کی رائے، خواہ وہ اقلیت ہو یا اکثریت، اہمیت رکھتی تھی۔

2. **شراکت داری کا اصول:**

مدینہ کی ریاست میں تمام شہریوں کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی معاملات میں شراکت داری کا حق دیا گیا، جس سے اقلیتوں کو اپنی رائے ظاہر کرنے اور اپنے حقوق کے تحفظ کا موقع ملا۔

سوال نمبر ۴۔

	آپ کے خیال میں کیا حکومت کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرنے چاہیے؟
count	48
mean	4

---

[192] ایضاً

std	0.632455532
min	3
25%	4
50%	4
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

-یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 4

-اوسط جواب 4 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے مضبوطی سے اتفاق کیا کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔

3. معیاری انحراف: 0.632455532

-معیاری انحراف تقریباً 0.632 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں بہت کم فرق ہے اور زیادہ تر جوابات اوسط کے قریب ہیں۔

4. کم از کم: 3

-سب سے کم درجہ بندی 3 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم سے کم مثبت جواب بھی نسبتاً مثبت تھا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 4

- 25% افراد نے اس بیان کو 4 درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ مضبوطی سے مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 4

- درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ سے زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 25ویں، 50ویں اور 75ویں پرسنٹائل سبھی 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 5

- سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا مضبوط یقین ہے کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے، جیسا کہ اوسط جواب 4 اور درمیانی جواب بھی 4 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں بہت کم فرق ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے مضبوطی سے اتفاق کیا۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا، لیکن مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

حکومت کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرنا ایک بنیادی ذمہ داری ہے، جسے آئینِ پاکستان اور اسلامی روایات بالخصوص میثاقِ مدینہ کے اصولوں سے تقویت ملتی ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت اور ان کے مسائل کے حل کے لیے ریاست کے اقدامات کا جائزہ اور بہتری کی تجاویز درج ذیل ہیں:

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

1. **آرٹیکل 36 (اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ):**

آئین میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، اور ان کے مذہبی، ثقافتی، اور سماجی مفادات کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے۔

2. **آرٹیکل 20 (مذہبی آزادی):**

ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی، عمل اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہے، جو اقلیتوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ یقینی بناتا ہے۔

3. **آرٹیکل 25 (مساوات):**

تمام شہری قانون کے سامنے برابر ہیں اور کسی بھی قسم کے امتیاز سے محفوظ ہیں، جس میں اقلیتوں کے خلاف کسی بھی نوعیت کے امتیازی رویے کی ممانعت شامل ہے۔

4. **آرٹیکل 22 (تعلیمی حقوق):**

تعلیمی اداروں میں اقلیتوں کے مذہبی عقائد کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

انهم امت واحدة ومن دون الناس[193]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

1. **تحفظ اور امن:**

میثاقِ مدینہ میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا اور ان کی مذہبی، ثقافتی، اور سماجی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔

---

[193] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

2. **انصاف اور برابری:**

میثاق کے تحت تمام کمیونٹیز کو مساوی حقوق دیے گئے اور کسی بھی گروہ کے ساتھ امتیازی سلوک کو ناقابل قبول قرار دیا گیا۔

3. **ریاستی شمولیت:**

اقلیتوں کو ریاست کے اہم فیصلوں میں شمولیت دی گئی، تاکہ وہ بھی معاشرتی اور سیاسی عمل کا حصہ بن سکیں۔

سوال نمبر ۵۔

	کیا سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں؟
count	48
Mean	3.375
Std	1.024695077
Min	1
25%	3
50%	4
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2.اوسط:3.375

-اوسط جواب 3.375 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے معتدل یا زیادہ اتفاق کیا کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔

3.معیاری انحراف:1.024695077

-معیاری انحراف تقریباً 1.025 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4.کم از کم:1

-سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل(25%): 3

- 25%افراد نے اس بیان کو 3 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ معتدل سے کم مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4

- 75%افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک معتدل سے بڑی تعداد کا یقین ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں، جیسا کہ اوسط جواب 3.375 اور درمیانی جواب 4 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر مثبت ہے کہ ایسی پالیسیاں موجود ہیں۔ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے موجود پالیسیوں کا جائزہ لینا اور ان کی مؤثریت کو بہتر بنانا ایک اہم موضوع ہے۔ آئینِ پاکستان اور میثاقِ مدینہ کے اصول اس حوالے سے رہنمائی فراہم کرتے ہیں، جو اقلیتوں کی سیاسی شمولیت کے تحفظ اور فروغ کو ممکن بناتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

1. **آرٹیکل 25 (مساوات کا اصول):**

آئین تمام شہریوں کو برابر حقوق کی ضمانت دیتا ہے، جس میں سیاست میں شمولیت کا حق بھی شامل ہے۔ یہ اصول اقلیتوں کے ساتھ کسی بھی قسم کے امتیازی سلوک کو روکتا ہے۔

2. **آرٹیکل 51 اور 106 (قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مخصوص نشستیں):**

اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں مختص کی گئی ہیں تاکہ ان کی سیاسی نمائندگی یقینی بنائی جا سکے۔ یہ نظام اقلیتوں کو قانون سازی اور فیصلہ سازی میں شامل ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

3. **آرٹیکل 36 (اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ):**

ریاست کو اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ اور ان کی شمولیت کو یقینی بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

4. **سیاسی جماعتوں کا کردار:**

سیاسی جماعتوں کے منشور میں اقلیتوں کی شمولیت کو فروغ دینے کے نکات شامل ہوتے ہیں، جو ان کے مساوی کردار کو یقینی بنانے میں مددگار ہیں۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

1. **شراکت داری کا اصول:**

میثاقِ مدینہ نے تمام کمیونٹیز کو ریاست کے معاملات میں شراکت داری کا حق دیا، جس میں سیاسی فیصلوں میں شرکت بھی شامل ہے۔

و ان یهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهله بيته[194]

اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا

2. **برابری:**

میثاق نے اقلیتوں کو برابر کے حقوق دیے اور ان کے مفادات کو ریاست کی ذمہ داری بنایا۔ یہ اصول سیاسی شمولیت کے حوالے سے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

و ان بينهم النصر على من دهم يثرب

دفاع یہودی و مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔

---

[194] ایضاً

3. مشاورت کا نظام:

میثاقِ مدینہ نے تمام کمیونٹیز کے درمیان مشاورت کو اہم قرار دیا، جو آج کے دور میں اقلیتوں کی سیاسی شمولیت کا ایک بہترین ماڈل پیش کرتا ہے۔

ارتباطی تجزیہ:

مندرجہ ذیل میٹرکس سوالات کے باہمی ربط کو ظاہر کرتا ہے۔

	میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثرانداز ہوتا ہے۔	میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	میراماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔
میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	1	0.648298	0.527614	-0.42563	0.709299
مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	0.648298	1	0.780628	-0.35015	0.391713
میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثرانداز ہوتا ہے۔	0.527614	0.780628	1	-0.67462	0.201686
میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	-0.42563	-0.35015	-0.67462	1	3.2E-16
میراماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔	0.709299	0.391713	0.201686	3.2E-16	1

جدول برائے ارتباطی تجزیہ

باہمی تعلق کا عددی اشاریہ	سوال2	سوال1

میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	0.648298
میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔	0.527614
میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	-0.42563
میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے۔	میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔	0.709299
مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔	0.780628
مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	-0.35015
مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں۔	میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔	0.391713
میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔	میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	-0.67462
میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔	میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔	0.201686
میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے۔	میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں۔	0

باہمی تعلق کی تشریح:

1. :0.648298اس کا مطلب ہے کہ "میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے" اور "مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں" کے درمیان معتدل مثبت تعلق ہے۔
2. :0.527614یہ اشارہ کرتا ہے کہ "میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے" اور "میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے" کے درمیان معتدل مثبت تعلق ہے۔
3. :0.425628- یہ ظاہر کرتا ہے کہ "میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے" اور "میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال اقدامات کرے" کے درمیان منفی تعلق ہے۔
4. :0.709299اس کا مطلب ہے کہ "میری رائے میں اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل ہے" اور "میرا ماننا ہے کہ سیاست میں اقلیتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے پالیسیاں موجود ہیں" کے درمیان مضبوط مثبت تعلق ہے۔
5. :0.780628یہ اشارہ کرتا ہے کہ "مجھے یقین ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے خدشات اور مسائل کو حل کرتی ہیں" اور "میری رائے میں، میں محسوس کرتا ہوں کہ بطور اقلیتی رکن میرا ووٹ سیاسی نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے" کے درمیان مضبوط مثبت تعلق ہے۔

دوم: معاشی مسائل

سوال نمبرا۔

	کیا اقلیتی برادریوں کو ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی حاصل ہے؟
count	48
Mean	3.75
Std	1.183215957

Min	1
25%	3.75
50%	4
75%	4.25
Max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں اقلیتی برادریوں کو ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی حاصل ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.75

- اوسط جواب 3.75 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ اقلیتی برادریوں کو ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی حاصل ہے۔

3. معیاری انحراف: 1.183215957

- معیاری انحراف تقریباً 1.183 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4. کم از کم: 1

- سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل(25%): 3.75

- 25%افراد نے اس بیان کو 3.75 یا اس سے کم درجہ دیا۔اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کافی مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4.25

- 75%افراد نے اس بیان کو 4.25 یا اس سے کم درجہ دیا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو کافی مثبت درجہ بندی دی۔

8.زیادہ سے زیادہ: 5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

خلاصہ:

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا مضبوط یقین ہے کہ اقلیتی برادریوں کو ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی حاصل ہے، جیسا کہ اوسط جواب 3.75 اور درمیانی جواب 4 پر ہیں۔معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ اقلیتی برادریوں کو مساوی مواقع حاصل ہیں۔کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

آئینِ پاکستان کی روشنی میں

1. **آرٹیکل 27 (امتیاز کی ممانعت):**

آئین پاکستان کے تحت، کسی شہری کے ساتھ کسی بھی سرکاری یا دیگر ملازمتوں میں مذہب، ذات، نسل یا علاقے کی بنیاد پر امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔

2. **آرٹیکل 25 (مساوات کا اصول):**

تمام شہری قانون کے سامنے برابر ہیں اور انہیں مساوی مواقع حاصل ہونے چاہئیں، جس میں ملازمت کے مواقع بھی شامل ہیں۔

3. **اقلیتوں کے لیے کوٹہ سسٹم:**

حکومت نے اقلیتوں کے لیے ملازمتوں میں مخصوص کوٹہ مختص کیا ہے، تاکہ انہیں مساوی مواقع فراہم کیے جا سکیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی نہ ہو۔

میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

1. **مساوی حقوق:**

میثاقِ مدینہ تمام شہریوں کو برابر حقوق دینے کا اصول پیش کرتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔

و انه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة و غير مظلومين ولامتناصر عليهم[195]

اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی مدد دی جائے گی

2. **انصاف اور برابری:**

ریاست کو تمام شہریوں کے لیے منصفانہ اور مساوی مواقع فراہم کرنے کا پابند بنایا گیا۔

[195] محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعهد النبوي والخلافة الراشدة، دار النفاس بیروت، ص ۵۹

و انه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة و غير مظلومين ولامتناصر عليهم[196]

اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی مدد دی جائے گی

سوال نمبر ۲۔

	میرا ماننا ہے کہ اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں۔
count	48
mean	3.0625
std	1.181453907
min	1
25%	2
50%	3
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میرا ماننا ہے کہ اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

[196] محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوي والخلافۃ الراشدۃ، دار النفاس بیروت، ص۵۹

2.اوسط:3.0625

-اوسط جواب 3.0625 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے معتدل یا کم اتفاق کیا کہ اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں۔

3.معیاری انحراف:1.181453907

-معیاری انحراف تقریباً 1.181 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4.کم از کم:1

-سب سے کم درجہ بندی 1 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل(25%): 2

- 25%افراد نے اس بیان کو 2 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ معتدل سے کم مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 3

-درمیانی جواب 3 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو معتدل درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے متوازن اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4

- 75%افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں پرسنٹائل 3 ہے اور 75ویں پرسنٹائل 4 ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو معتدل یا زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

خلاصہ:

جواب دہندگان کی ایک معتدل تعداد کا یقین ہے کہ اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں، جیسا کہ اوسط جواب 3.0625 اور درمیانی جواب 3 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کافی فرق ہے، یعنی کچھ افراد نے اس بیان سے بالکل بھی اتفاق نہیں کیا جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے معتدل اتفاق ظاہر کیا ہے، لیکن کچھ افراد کا یقین زیادہ مضبوط ہے جبکہ کچھ کا یقین کمزور ہے۔

آپ کا یہ نظریہ کہ "اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں" ایک مثبت سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ اگرچہ کچھ اقتصادی ترقیاتی پروگرام اقلیتوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے موجود ہیں، لیکن اس میں مزید بہتری کی گنجائش ہے تاکہ اقلیتوں کی ضروریات اور مسائل کو مؤثر طریقے سے حل کیا جا سکے۔ آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ اس حوالے سے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

آئینِ پاکستان کی متعلقہ شقیں:

اقلیتوں کے اقتصادی حقوق:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی مواقع فراہم کیے جائیں گے۔
- **آرٹیکل 27** : کسی بھی شہری کو عوامی خدمات یا ملازمتوں میں مذہب، نسل، ذات، یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کا سامنا نہیں ہو گا۔
- **آرٹیکل 36** :اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

یہ شقیں اقلیتوں کے لیے مساوی اقتصادی مواقع اور ترقیاتی منصوبوں میں شمولیت کی ضمانت فراہم کرتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ کی اہمیت اقلیتوں کو معاشی اور سماجی طور پر مضبوط بنانے میں واضح ہے:

و ان یهود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهله بيته[197]

اور نبی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

انهم امت واحدة ومن دون الناس[198]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی

- **برابری کا اصول**: تمام برادریوں کو ریاستی وسائل میں مساوی حصہ دیا گیا۔
- **اقتصادی تحفظ**: ریاست نے اقلیتوں کو ان کے روزگار اور معیشت کے حوالے سے مکمل تحفظ فراہم کیا۔
- **مشترکہ فلاح و بہبود**: تمام شہریوں کے لیے اجتماعی ترقیاتی پروگرام ترتیب دیے گئے۔

یہ اصول اقلیتوں کو اقتصادی ترقی کے پروگراموں میں شامل کرنے کے لیے رہنما کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۔

	کیا آپ کو مالی وسائل اور اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے مواقع تک رسائی حاصل ہے؟
count	48
mean	3.625

[197] ایضاً

[198] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

std	0.957427108
min	2
25%	3
50%	4
75%	4
max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میری رائے میں، مجھے مالی وسائل اور اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے مواقع تک رسائی حاصل ہے۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.625

- اوسط جواب 3.625 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے معتدل یا زیادہ اتفاق کیا کہ انہیں مالی وسائل اور اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے مواقع تک رسائی حاصل ہے۔

3. معیاری انحراف: 0.957427108

- معیاری انحراف تقریباً 0.957 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4. کم از کم: 2

-سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 3

- 25% افراد نے اس بیان کو 3 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ معتدل سے کم مثبت تھا۔

6. درمیانی (50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل (75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8. زیادہ سے زیادہ: 5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد کا یقین ہے کہ انہیں مالی وسائل اور اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے مواقع تک رسائی حاصل ہے، جیسا کہ اوسط جواب 3.625 اور درمیانی جواب 4 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ انہیں یہ مواقع حاصل ہیں۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

اس بیان میں موجود مثبت پہلو اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ معاشرے میں کچھ حد تک برابری کے مواقع دستیاب ہیں۔ تاہم، مالی وسائل تک یکساں رسائی اور اقلیتوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کے اصولوں کی روشنی میں مزید اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

.1 آئین پاکستان کی متعلقہ شقیں:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور مساوی مواقع کے حق دار ہیں۔
- **آرٹیکل 27** : کسی بھی شہری کو ملازمت یا دیگر معاشی مواقع میں مذہب، نسل، ذات، یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کا سامنا نہیں ہوگا۔
- **آرٹیکل 38** : ریاست تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات کی فراہمی اور خوشحالی کے مواقع فراہم کرنے کی پابند ہے، خاص طور پر کمزور طبقات کو۔

یہ شقیں اس بات کی ضمانت دیتی ہیں کہ اقلیتوں کو معاشی وسائل اور مواقع تک مساوی رسائی حاصل ہونی چاہیے۔

.2 میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ کی بنیاد باہمی تعاون، معاشی تحفظ، اور مساوات پر رکھی گئی:

- **مشترکہ وسائل کی تقسیم** : ریاست نے تمام کمیونٹیز کو وسائل میں مساوی حصہ دینے کا وعدہ کیا۔

و ان على اليهود نفقتهم و على المسلمين نفقتهم

اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہوگا اور مسلمان پر ان کے خرچ

- **معاشی استحکام** : اقلیتوں کے کاروبار، زمین، اور مالی وسائل کے تحفظ کی ذمہ داری ریاست نے لی۔
- **شراکت داری** : معاشی منصوبوں میں تمام گروہوں کو شمولیت دی گئی تاکہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔

یہ اصول اقلیتوں کو معاشی تحفظ اور مواقع فراہم کرنے کے لیے ایک مثالی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۔

	آپ کے خیال میں کیا اقلیتی کاروباروں کو درپیش کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں
Count	48
Mean	3.75
Std	0.930949336
Min	2
25%	3
50%	4
75%	4
Max	5

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "میرے خیال میں اقلیتی کاروباروں کو درپیش کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

-یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.75

-اوسط جواب 3.75 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ اقلیتی کاروباروں کو درپیش کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں۔

3.معیاری انحراف:0.930949336

-معیاری انحراف تقریباً 0.931 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4.کم از کم:2

-سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل(25%): 3

- 25% افراد نے اس بیان کو 3 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ معتدل سے کم مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 4

-درمیانی جواب 4 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے مضبوط اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4

- 75% افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں اور 75ویں پرسنٹائل دونوں 4 ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو زیادہ درجہ بندی دی۔

8.زیادہ سے زیادہ:5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

زیادہ تر جواب دہندگان کا یقین ہے کہ اقلیتی کاروباروں کو درپیش کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں، جیسا کہ اوسط جواب 3.75 اور درمیانی جواب 4 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کا نظریہ اس بات پر کافی مستقل اور مثبت ہے کہ اقلیتی کاروباروں کو نظامی معاشی رکاوٹوں کا سامنا نہیں ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا، جبکہ کچھ نے مکمل اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے مضبوط اتفاق ظاہر کیا ہے۔

آپ کا یہ نظریہ کہ "اقلیتی کاروباروں کو درپیش کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں" ایک مثبت رویے کی عکاسی کرتا ہے اور اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ معاشرے میں کاروباری مواقع میں مساوات موجود ہے۔ تاہم، حقیقت یہ ہے کہ اقلیتی کاروبار بعض اوقات چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں، جنہیں آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کے اصولوں کی روشنی میں مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

.1آئین پاکستان کی متعلقہ شقیں:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی مواقع فراہم کیے جائیں گے۔
- **آرٹیکل 27** : کسی بھی شخص کو ملازمت یا دیگر معاشی مواقع میں مذہب، نسل، ذات، یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کا سامنا نہیں ہوگا۔
- **آرٹیکل 28** : اقلیتوں کو اپنی زبان، ثقافت، اور کاروباری روایات کے تحفظ اور ترقی کا حق حاصل ہے۔

یہ شقیں اس بات کی ضمانت دیتی ہیں کہ اقلیتی کاروباروں کو نظامی رکاوٹوں سے پاک ماحول فراہم کیا جائے۔

.2میثاقِ مدینہ کے اصول:

میثاقِ مدینہ میں مختلف گروہوں کے معاشی حقوق اور آزادی کو تسلیم کیا گیا:

- **معاشی مساوات** : تمام کمیونٹیز کو کاروباری مواقع فراہم کیے گئے اور ان کی تجارت میں مداخلت نہیں کی گئی۔

و انه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة[199]

---

[199] محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوي والخلافۃ الراشدۃ، دار النفائس بیروت، ص ۵۹

اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی

- **تحفظِ تجارت** :اقلیتوں کے تجارتی حقوق کو محفوظ بنایا گیا۔

و ان علی الیھود نفقتھم و علی المسلمین نفقتھم

اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہو گا اور مسلمان پر ان کے خرچ کا

- **معاشی شمولیت** : تمام گروہوں کو مدینہ کی معیشت میں برابر کا شریک سمجھا گیا۔

یہ اصول اقلیتوں کے کاروباروں کے لیے ایک شفاف اور معاون نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۔

	کیا اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں؟
Count	48
Mean	3.25
Std	0.930949336
Min	2
25%	2.75
50%	3
75%	4

یہ فراہم کردہ اعداد و شمار اس بیان کے جواب کی نمائندگی کرتے ہیں: "مجھے یقین ہے کہ اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔" یہاں سوال کے تناظر میں تفصیلی تشریح ہے:

1. کل تعداد: 48

- یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سروے یا مطالعے میں 48 افراد نے حصہ لیا اور اپنے جوابات فراہم کیے۔

2. اوسط: 3.25

- اوسط جواب 3.25 ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان سے معتدل اتفاق کیا کہ اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

3. معیاری انحراف: 0.930949336

- معیاری انحراف تقریباً 0.931 ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے۔ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ افراد نے زیادہ اتفاق کیا۔

4. کم از کم: 2

- سب سے کم درجہ بندی 2 تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا۔

5. 25ویں پرسنٹائل (25%): 2.75

- 25% افراد نے اس بیان کو 2.75 یا اس سے کم درجہ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک چوتھائی افراد کا نظریہ کم مثبت تھا۔

6.درمیانی(50%): 3

-درمیانی جواب 3 ہے، جس کا مطلب ہے کہ نصف افراد نے اس بیان کو معتدل درجہ بندی دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد نے اس بیان سے متوازن اتفاق کیا۔

7. 75ویں پرسنٹائل(75%): 4

- 75%افراد نے اس بیان کو 4 یا اس سے کم درجہ دیا۔ چونکہ 50ویں پرسنٹائل 3 ہے اور 75ویں پرسنٹائل 4 ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد نے اس بیان کو معتدل یا زیادہ درجہ بندی دی۔

8.زیادہ سے زیادہ: 5

-سب سے زیادہ درجہ بندی 5 تھی، جس کا مطلب ہے کہ کچھ افراد نے اس بیان سے مکمل اتفاق کیا۔

جواب دہندگان کی ایک معتدل تعداد کا یقین ہے کہ اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، جیسا کہ اوسط جواب 3.25 اور درمیانی جواب 3 پر ہیں۔ معیاری انحراف ظاہر کرتا ہے کہ جوابات میں کچھ فرق ہے، یعنی کچھ افراد نے اس بیان سے کم اتفاق کیا جبکہ کچھ نے زیادہ اتفاق کیا۔ مجموعی طور پر، زیادہ تر جواب دہندگان نے اس بیان سے معتدل اتفاق ظاہر کیا ہے، لیکن کچھ افراد کا یقین زیادہ مضبوط ہے جبکہ کچھ کا یقین کمزور ہے۔

یہ بیان "مجھے یقین ہے کہ اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں" ایک مثبت سوچ کی عکاسی کرتا ہے، لیکن اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اقلیتی برادریوں کو بعض اوقات مساوی مواقع نہیں ملتے۔ آئین پاکستان اور میثاقِ مدینہ کے اصولوں کی روشنی میں ان کوششوں کو مزید مؤثر اور جامع بنایا جاسکتا ہے۔

آئین پاکستان کی متعلقہ شقیں:

مساوات اور معاشی مواقع:

- **آرٹیکل 25** : تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور انہیں مساوی مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

- **آرٹیکل 27** : عوامی خدمات یا مواقع میں مذہب، نسل، ذات یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت۔
- **آرٹیکل 38** : ریاست کمزور طبقات، بشمول اقلیتوں، کے لیے بنیادی ضروریات اور خوشحالی کے مواقع فراہم کرے گی۔

یہ دفعات اقلیتوں اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کے لیے ایک مضبوط قانونی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اصول:

معاشی مساوات:

- **مشترکہ فلاح و بہبود** : تمام گروہوں کو ریاست کے وسائل میں مساوی حصہ دیا گیا۔

انهم امت واحدة ومن دون الناس[200]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی۔

- **تحفظ اور ترقی** : اقلیتوں کی معیشت کو مضبوط بنانے کے لیے ان کے کاروباروں، زمینوں، اور وسائل کو تحفظ دیا گیا۔

و ان یهود بني عوف امت مع المومنین للیهود دینم وللمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا یوتغ الا نفسه و اهله بیته[201]

اور نبی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا

200 محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

201 ایضاً

- **شراکت داری :** مختلف کمیونٹیز کو ریاست کی معاشی پالیسیوں میں شامل کیا گیا۔

انهم امت واحدة ومن دون الناس[202]

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل یثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہو گی۔

یہ اصول معاشی تفاوت کو کم کرنے کے لیے ایک مثالی نمونہ فراہم کرتے ہیں۔

ارتباطی تجزیہ:

مندرجہ ذیل جدول اقلیتوں کو درپیش معاشی مسائل کے حوالے سے مختلف متغیرات کے مابین تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

	ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی	اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہیں	مالی وسائل تک رسائی	کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں	معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں
ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی	1	0.65	0.68	0.55	0.79
اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہیں	0.65	1	0.64	0.5	0.84
مالی وسائل تک رسائی	0.68	0.64	1	0.64	0.83
کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں	0.55	0.5	0.64	1	0.73
معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں	0.79	0.84	0.83	0.73	1

یہ تجزیہ مختلف متغیرات کے درمیان تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔ یہاں کلیدی تعلقات کا خلاصہ دیا گیا ہے:

[202] محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص ۵۹

1. **ملازمت کے مساوی مواقع تک رسائی:**

- تمام دیگر متغیرات کے ساتھ مثبت تعلق ظاہر کرتا ہے، خاص طور پر "معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں" کے ساتھ (0.79)۔

2. **اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں:**

- "معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں" کے ساتھ مضبوط مثبت تعلق (0.84)۔
- دیگر متغیرات کے ساتھ معتدل تعلق، خاص طور پر "مالی وسائل تک رسائی" (0.64)۔

3. **مالی وسائل تک رسائی:**

- "معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں" کے ساتھ مضبوط تعلق (0.83)۔
- "کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں" کے ساتھ معتدل تعلق (0.64)۔

4. **کوئی نظامی معاشی رکاوٹیں نہیں ہیں:**

- دیگر متغیرات کے ساتھ معتدل سے مضبوط تعلق، خاص طور پر "معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں" (0.73)۔

5. **معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں:**

- تمام دیگر متغیرات کے ساتھ مضبوط مثبت تعلق، خاص طور پر "اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں" (0.84) اور "مالی وسائل تک رسائی" (0.83)۔

مجموعی طور پر، سب سے مضبوط تعلق "معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں" اور "اقتصادی ترقی کے پروگرام اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں" اور "مالی وسائل تک رسائی" کے درمیان پایا جاتا ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ ان عوامل کا اس سروے کے ڈیٹا کے تناظر میں قریبی تعلق ہے۔

نتائج:

مطالعے کے نتائج کے مطابق، پاکستان میں اقلیتوں کو درپیش سیاسی اور معاشی مسائل درج ذیل ہیں:

1. **سیاسی نمائندگی:**

- اقلیتوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی برادریوں کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ہیں، جس کے نتیجے میں اقلیتی افراد کی سیاسی اثراندازی کمزور رہتی ہے۔
- ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اقلیتی افراد یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا ووٹ سیاسی نتائج پر خاطر خواہ اثر نہیں ڈالتا، جس کی وجہ سے ان کی سیاسی شمولیت اور اعتماد میں کمی واقع ہوتی ہے۔

2. معاشی مواقع:

- اقلیتی برادریوں کو ملازمتوں کے مساوی مواقع فراہم نہیں کیے جاتے۔ اگرچہ کچھ افراد کا ماننا ہے کہ انہیں ملازمتوں میں رسائی حاصل ہے، لیکن عمومی رائے یہ ہے کہ اقلیتی گروہوں کو معاشی ترقی کے مواقعوں میں تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- سروے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اقتصادی ترقی کے پروگرام اکثر اقلیتی گروہوں کی ضروریات کو مدنظر نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ سے اقلیتی برادریوں کے معاشی حالات میں بہتری کے امکانات محدود ہو جاتے ہیں۔

3. معاشی تفاوت:

- اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں ناکافی سمجھی جاتی ہیں۔ اگرچہ کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ اقلیتی کاروباری افراد کو نظامی معاشی رکاوٹوں کا سامنا نہیں ہے، لیکن مجموعی طور پر معاشی عدم مساوات برقرار ہے۔
- نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقلیتی گروہوں کی معاشی ترقی کے لیے مخصوص پالیسیوں اور پروگراموں کی ضرورت ہے تاکہ وہ بھی قومی ترقی میں مؤثر حصہ لے سکیں۔

تجزیہ:

فصل دوم کا تجزیہ کرتے ہوئے، یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو درپیش سیاسی اور معاشی مسائل بہت پیچیدہ اور گہرے ہیں۔ یہ مسائل نہ صرف اقلیتوں کی معاشرتی حیثیت کو متاثر کرتے ہیں بلکہ ان کے سماجی و اقتصادی ترقی کے امکانات کو بھی محدود کرتے ہیں۔

سیاسی نمائندگی کی کمی:

اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی کا فقدان ایک اہم مسئلہ ہے جو ان کے حقوق اور ضروریات کی مؤثر ترجمانی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ جب اقلیتی گروہوں کو سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مناسب نمائندگی نہیں ملتی، تو ان کے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں اقلیتی مسائل کو نظرانداز کرتی ہیں، جس سے اقلیتوں کا سیاسی عمل پر اعتماد کم ہوتا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ، اقلیتوں کے ووٹوں کی اثراندازی پر بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا ہے، جو کہ ان کے سیاسی شمولیت میں کمی کی ایک اور علامت ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اقلیتوں کو نہ صرف سیاسی نظام میں بہتر نمائندگی کی ضرورت ہے بلکہ ان کے ووٹوں کی طاقت کو بھی تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔

معاشی مواقعوں میں عدم مساوات:

معاشی مواقعوں میں اقلیتوں کو تعصب اور تفریق کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی اقتصادی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اگرچہ بعض افراد کا ماننا ہے کہ اقلیتی گروہوں کو ملازمتوں میں کچھ حد تک رسائی حاصل ہے، لیکن عمومی تاثر یہ ہے کہ اقلیتوں کے لیے معاشی ترقی کے مواقع محدود ہیں۔

اقتصادی ترقی کے پروگراموں میں اقلیتوں کی مخصوص ضروریات کو نظرانداز کیا جانا ایک اور سنگین مسئلہ ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ پالیسی ساز ادارے ان پروگراموں میں اقلیتوں کی شمولیت کو یقینی بنائیں اور ان کے لیے مخصوص ترقیاتی منصوبے متعارف کرائیں۔

معاشی تفاوت کی برقراری:

اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کے درمیان معاشی تفاوت کو کم کرنے کی کوششیں ناکافی ثابت ہوئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں، اقلیتوں کو ملک کی مجموعی اقتصادی ترقی سے بھرپور فائدہ نہیں مل رہا۔ یہ مسئلہ اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ اقلیتوں کو درپیش معاشی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے جامع اقدامات کی ضرورت ہے۔

مجموعی تجزیہ:

پاکستان میں اقلیتوں کے سیاسی و معاشی مسائل کا یہ تجزیہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ موجودہ نظام میں نمایاں اصلاحات کی ضرورت ہے۔ سیاسی میدان میں اقلیتوں کی نمائندگی کو بڑھانے اور ان کے ووٹوں کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے لیے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ معاشی طور پر، اقلیتوں کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنے اور ان کی ترقی کے لیے مخصوص پالیسیوں کو نافذ کرنا ناگزیر ہے۔

یہ مسائل ایک منظم اور جامع حکمت عملی کے تحت حل کیے جا سکتے ہیں، جس میں حکومت، سماجی تنظیموں، اور سول سوسائٹی کا مشترکہ کردار اہم ہوگا۔ اس کے علاوہ، اقلیتوں کی تعلیمی، سماجی اور اقتصادی ترقی کے لیے خصوصی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ قومی ترقی میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

سفارشات:

اقلیتوں کے سیاسی اور معاشی مسائل کے تجزیے کی روشنی میں، درج ذیل سفارشات پیش کی جا رہی ہیں تاکہ ان مسائل کا مؤثر حل نکالا جا سکے:

سیاسی نمائندگی میں بہتری:

قانونی اصلاحات: اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی بڑھانے کے لیے انتخابی قوانین میں ترامیم کی جائیں۔ اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ، ان کے انتخابی عمل میں فعال شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

سیاسی جماعتوں میں شمولیت: سیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے منشور میں اقلیتوں کے حقوق اور مسائل کو شامل کریں اور ان کے حل کے لیے عملی اقدامات کا وعدہ کریں۔ اقلیتی رہنماؤں کو پارٹی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جائے تاکہ ان کی آواز مؤثر طریقے سے سنی جا سکے۔

معاشی مواقعوں میں اضافہ:

تعلیمی اور پیشہ ورانہ تربیت: اقلیتی برادریوں کے افراد کے لیے خصوصی تعلیمی اور پیشہ ورانہ تربیت کے پروگرام متعارف کروائے جائیں تاکہ وہ مارکیٹ میں مقابلے کی صلاحیت حاصل کر سکیں۔ اس سے ان کے لیے ملازمت کے مواقع بڑھیں گے اور ان کی معاشی حالت بہتر ہو گی۔

روزگار کے مساوی مواقع: اقلیتوں کے لیے ملازمتوں میں تعصب کو ختم کرنے کے لیے سخت قوانین اور نگرانی کا نظام وضع کیا جائے۔ سرکاری اور نجی اداروں میں اقلیتوں کے لیے مخصوص کوٹہ نافذ کیا جائے اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

کاروباری معاونت: اقلیتی کاروباری افراد کے لیے خاص طور پر معاشی پیکجز اور مراعات دی جائیں تاکہ وہ اپنے کاروبار کو بڑھا سکیں اور معیشت میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ بینکوں اور مالیاتی اداروں کو ہدایت دی جائے کہ وہ اقلیتی کاروباروں کے لیے نرم شرائط پر قرضے فراہم کریں۔

معاشی تفاوت کو کم کرنا:

پالیسی سازی میں شمولیت: اقتصادی ترقی کے منصوبوں میں اقلیتوں کی شرکت کو یقینی بنایا جائے اور ان کی ضروریات کے مطابق پالیسیاں بنائی جائیں۔ اس کے علاوہ، معاشی تفاوت کو کم کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں، جیسے کہ اقلیتوں کے لیے مخصوص ترقیاتی منصوبے۔

فلاحی پروگراموں کا اجرا: اقلیتوں کے لیے مخصوص فلاحی پروگرامز کا اجرا کیا جائے، جن میں صحت، تعلیم، اور روزگار کی سہولیات شامل ہوں۔ ان پروگرامز کے ذریعے معاشرتی عدم مساوات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

سماجی ہم آہنگی کی ترویج:

بین المذاہب مکالمہ: معاشرے میں مذہبی اور ثقافتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب مکالمے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ تعلیمی اداروں میں مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کے موضوعات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

سوشل میڈیا اور میڈیا پر آگاہی مہمات: اقلیتوں کے حقوق اور ان کے مسائل کے بارے میں شعور بیدار کرنے کے لیے سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ پر مہمات چلائی جائیں۔ اس سے معاشرتی سطح پر اقلیتوں کے بارے میں مثبت رویوں کی ترویج ہوگی۔

مستقل نگرانی اور جائزہ:

آزادانہ کمیٹیاں: اقلیتوں کے مسائل کے حل کے لیے آزادانہ کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو ان کے مسائل کی نگرانی کریں اور حکومت کو سفارشات پیش کریں۔ ان کمیٹیوں میں اقلیتی نمائندوں کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔

سالانہ رپورٹنگ: اقلیتوں کی سیاسی و معاشی حالت پر سالانہ رپورٹس شائع کی جائیں تاکہ ان کے مسائل اور ان کے حل کی پیشرفت کا جائزہ لیا جا سکے۔

یہ سفارشات اقلیتوں کے سیاسی اور معاشی مسائل کے حل کے لیے ایک جامع لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں۔ ان پر عملدرآمد سے اقلیتوں کو مساوی حقوق اور مواقع فراہم کیے جا سکتے ہیں، جس سے ملک میں سماجی انصاف اور ہم آہنگی کو فروغ ملے گا۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق "میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض: ایک تجزیاتی مطالعہ" کے موضوع پر کی گئی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کے تصورات، میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کا تجزیہ پیش کرنا ہے، نیز پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو درپیش مذہبی، معاشرتی، سیاسی، اور معاشی مسائل کی نشاندہی کرنا ہے۔

تحقیق کا پہلا باب تعارفی مباحث پر مشتمل ہے جبکہ باب میں مختلف مذاہب کے انسانی حقوق کے تصورات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں یہودیت اور عیسائیت دونوں مذاہب کی تاریخ میں جبر و تشدد اور مذہبی انتہاپسندی کی مثالیں ملتی ہیں، جو انسانی حقوق کی پامالی کا باعث بنتی رہی ہیں۔ ہندو مذہب میں ذات پات کی بنیاد پر انسانوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سماجی تقسیم اور عدم مساوات فروغ پاتی ہے۔ بدھ مت میں انسانی حقوق کی بجائے ترک دنیا اور رہبانیت پر زور دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے معاشرتی سطح پر انسانی حقوق کی اہمیت کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ ان مذاہب کے برعکس، **اسلام** نے انسانوں کو بلا تفریق مذہب، رنگ، نسل، اور جنس برابر حقوق دیے ہیں۔ قرآن و سنت میں انسانی حقوق کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے اور کسی بھی قسم کے تعصب یا ظلم و زیادتی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

تیسرے باب میں میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ میثاقِ مدینہ میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر شہر کی حفاظت کی ذمہ داری دی گئی تھی، جو کہ آج کے معاشروں میں بھی شہریوں کی مشترکہ ذمہ داری کے اصول کی توثیق کرتا ہے۔ اقلیتوں کو وفاداری اور اطاعت کا مظاہرہ کرنے کی تاکید کی گئی تھی، اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تنازعات کے حل کے لیے ثالث مقرر کیا گیا تھا۔ اسی طرح پاکستان کے آئین میں غیر مسلم شہریوں کو وہی حقوق دیے گئے ہیں جو مسلمان شہریوں کو حاصل ہیں۔ ان حقوق میں سب سے اہم حق حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوتا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ آئین کے تحت غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، اور ان کی مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا ہے۔ اسلام میں انسانی حقوق کا بنیادی تصور انسانی وقار، احترام، اور مساوات پر مبنی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث میں انسانی وقار کو دیگر تمام مخلوقات پر

فضیلت دی گئی ہے، اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور کسی کو بھی رنگ، نسل، یا جنس کی بنیاد پر کسی دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔

چوتھے باب میں پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کو درپیش مذہبی، معاشرتی، سیاسی، اور معاشی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے، جو کہ غیر مسلم شہریوں سے کیے گئے انٹرویوز کی بنیاد پر اخذ کیے گئے ہیں۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ کچھ معاملات میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور تحفظ حاصل ہے، لیکن حکومت کے سلوک اور بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ معاشرتی سطح پر اقلیتوں کو تعصب اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی سماجی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ تعلیم، صحت، اور روزگار کے مواقعوں میں بھی اقلیتوں کو تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اقلیتوں کی سیاسی نمائندگی کم ہے اور انہیں فیصلہ سازی کے عمل میں شامل نہیں کیا جاتا۔ معاشی طور پر، اقلیتوں کو روزگار کے مواقعوں میں تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے کاروباروں کو نظامی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نتائج

1. مختلف مذاہب میں انسانی حقوق کے متعلق یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ :

- **یہودیت اور عیسائیت** : دونوں مذاہب کی تاریخ میں جبر و تشدد اور مذہبی انتہا پسندی پائی جاتی ہے۔
- **ہندومت** : ہندو مذہب میں ذات پات کی بنیاد پر انسانوں کے ساتھ متعصبانہ سلوک کیا جاتا ہے۔
- **بدھ مت** : بدھ مت میں انسانی حقوق کی بجائے ترک دنیا اور رہبانیت پر زور دیا گیا ہے۔

2. اسلام نے ان تمام مذاہب کے برعکس، انسانوں کو بلا تفریق مذہب، رنگ، نسل، اور جنس برابر حقوق عطا کیے ہیں، اور انصاف، برابری، اور حقوق و فرائض کے توازن پر مبنی نظام فراہم کیا ہے۔
3. میثاقِ مدینہ میں اقلیتوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر شہر کی حفاظت کریں۔اس اصول کی عصری اہمیت جدید معاشروں میں بھی برقرار ہے، جہاں تمام شہریوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی کمیونٹی کی حفاظت اور سلامتی میں حصہ لیں۔
4. یہ اصول میثاقِ مدینہ میں اقلیتوں کی وفاداری اور اطاعت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ عصری معاشروں میں بھی اقلیتوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ملک کے قوانین اور ضوابط کی پابندی کریں، اتحاد اور مشترکہ بھلائی کے لیے وابستگی کے احساس کو فروغ دیں۔
5. میثاقِ مدینہ میں تنازعات کے حل کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث کے طور پر نامزد کیا گیا۔ یہ اصول عصری معاشروں میں مکالمے، سمجھوتے، اور موثر قیادت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔
6. میثاقِ مدینہ میں اقتصادی تعاون پر زور دیا گیا، جو عصری معاشروں میں بھی سماجی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
7. پاکستان کے آئین میں اقلیتوں کے فرائض بھی وہی ہیں جو عام شہریوں کے ہیں، جن میں ریاست سے وفاداری، انسان کے وقار کا احترام، آزادانہ نقل و حرکت، اظہار رائے کی آزادی، مذہبی آزادی، مساوات، اور سماجی و اقتصادی بہبود کی حمایت شامل ہیں۔

8. اسلام میں انسانی حقوق کا بنیادی تصور انسانی وقار، احترام اور مساوات پر مبنی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے

9. اسلام نے تمام انسانوں کے درمیان مساوات کی تعلیم دی ہے۔ قرآن حکیم اور حضور نبی اکرمؐ کے خطبہ حجۃ الوداع میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ کسی عرب کو غیر عرب پر، کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ ہی کسی مرد کو عورت پر کوئی فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ کے

10. اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ان حقوق میں سب سے اہم حق حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوتا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

11. اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی غیر مسلم شہری کو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر قتل کرے یا اس کا مال لوٹے یا اس کی عزت پامال کرے۔

12. سروے سے اخذ کیے گئے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ اگرچہ کچھ معاملات میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور حفاظت محسوس ہوتی ہے، مگر حکومت کے سلوک اور بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ ان نتائج کی بنیاد پر، پالیسی سازوں اور سماجی کارکنوں کو اقلیتوں کے تجربات کو بہتر بنانے کے لیے موثر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

سفارشات

1. اسلامی تعلیمات کے مطابق، نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر غیر مسلم گروہوں کو برابر کے شہری تسلیم کیا، اسی اصول پر عمل کیا جائے۔
2. پالیسی ساز اداروں کو چاہیے کہ میثاقِ مدینہ کے اصولوں کو پاکستانی قانون سازی میں مزید واضح انداز میں شامل کیا جائے تاکہ یہ ماڈل غیر مسلم شہریوں کے لیے ایک عملی نظیر بن سکے۔
3. میثاقِ مدینہ اور دستورِ پاکستان میں دیے گئے غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے متعلق مضامین کو اسکول اور کالج کے نصاب میں شامل کیا جائے۔
4. دستورِ پاکستان کی دفعہ 20، 25، 36 اور 37 میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے، مگر عملی طور پر ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔
5. حکومت کو چاہیے کہ اقلیتوں کے ساتھ مساوی سلوک کے لیے موجودہ قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنائے تاکہ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔
6. اقلیتوں کی شکایات کے ازالے کے لیے ایک موثر اور فوری نظام قائم کیا جائے تاکہ ان کے مسائل کا بروقت حل ممکن ہو۔
7. نفرت انگیز تقاریر اور مواد کی روک تھام کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں اور ان پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔
8. نصاب میں بین المذاہب ہم آہنگی اور اقلیتوں کے حقوق کے موضوعات شامل کیے جائیں تاکہ طلباء میں رواداری اور احترام کا جذبہ پروان چڑھے۔
9. میڈیا پر اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے مہمات چلائی جائیں تاکہ عوام میں رواداری اور ہم آہنگی کا فروغ ہو۔

فہارس

فہرست آیات قرآنیہ

فہرست احادیث

فہرست مصادر و مراجع

آیات قرآنیہ

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	سورہ نمبر
.1	يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ	سورۃ النور	۲۵	۲۴
.2	وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ	سورۃ مریم	۶۶	۱۹
.3	وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ	سورۃ بنی اسرائیل	۱۷	۸۱
.4	وَ الَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ	سورۃالمعارج	۷۰	۴۰
.5	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ	سورۃالاحقاف	۴۶	۱۸
.6	مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ	سورۃالاحزاب	۳۳	۳۸
.7	سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا	سورۃالنور	۱	۲۴
.8	قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ	سورۃالتحریم	۲۴	۲

۴	۲۴	سورة النساء	وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا	9.
۴	۱۱	سورة النساء	لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِۚ	10.
۲	۲۲۸	سورة البقرة	وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	11.
۳	۱۶۴	سورة آل عمران	لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	12.
۲	۶۲	سورة الجمعة	هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ	13.
۲	۴۱	سورة البقرة	وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ	14.
۳	۲۱	سورة آل عمران	وَيَقْتُلُونَ النبيين بِغَيْرِ الحق ذلك بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعْتَدُونَ	15.
۳	۲۱	سورة آل عمران	اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ	16.
۴	۸۵	سورة البروج	قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ	17.
۲	۸۵	سورة البقرة	ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۤءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا	18.

.19	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	سورۃالاسراء	١٧	٧٠
.20	أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ	سورۃلقمان	٣١	٢٠
.21	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ	سورۃالحجرات	٢٦	١٣
.22	أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ	سورۃالانعام	٧	٤٥
.23	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	سورۃالبقرۃ	٢	١٨٨

احادیث مبارکہ

نمبر شمار	حدیث	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1.	**قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فان الزكاه حق المال**	الصحیح لمسلم	۱۳۱۶
2.	أَتَدْرِي مَاحَقُّ الله على عباده ؟أن يعبدوه ولا يُشْرِكُوابِهِ شَيْئًا	الصحیح للبخاری	۱۷۰
3.	اجتهدبرائی فقال رسول الله ﷺ الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله	السنن لابی داود	۳۰۳
4.	حق الله على العباد ان يعبد الله ولا يشرك به شيئا	الصحیح لمسلم	۱۳۱۶
5.	مررسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ببعير قد لحق ظهره ببطنه	الصحیح للبخاری	۱۷۰
6.	يا أيها الناس إلا أن ربكم واحد وأن آباكم واحد	السنن لابی داود	۳۰۳
7.	الناس كلهم بنو آدم و آدم خلق من تراب	مسند احمد	٦٧
8.	ان الله وضع الحق على لسان عمر يقول به	الصحیح للبخاری	٦٠٥
9.	من راني فقد راى الحق	سنن ابن ماجہ	۴۰
10.	ان الله قد اعطى كل ذي حق حقه	النہایہ لابن الاثیر	۲۹۵
11.	أَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ	صحیح البخاری	7138
12.	إِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا	صحیح البخاری	1968

6014	صحیح البخاری	مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ	13.
13	صحیح البخاری	لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ	14.
3166	صحیح البخاری	مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ	15.
6094	صحیح البخاری	إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ	16.

مصادر و مراجع

عربی:

1. قرآن کریم
2. تورات
3. انجیل
4. رگ وید
5. اپنشد
6. **ابن الاثیر، مبارک بن محمد** .1963 .النھایہ فی غریب الحدیث والاثر .بیروت: المکتبہ العلمیہ.
7. **ابن اسحاق** .1997 .سیرت رسول اللہ .ابن ہشام کی ترمیم. قاہرہ: دارالفکر.
8. **ابن ہشام** .1955 .السیرۃ النبویۃ .جلد2. قاہرہ: مطبعہ مصطفی البابی الحلبي.
9. **ابن ماجہ** .1999 .سنن .بیروت: داراحیاء التراث العربی.
10. **ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم** .1956 .لسان العرب .بیروت: دار صادر.
11. **ابو عبد اللہ، محمد بن احمد القرطبّی** .1996 .الجامع لاحکام القرآن .بیروت: داراحیاء التراث العربی.
12. **جوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد الفارابی** .1987 .الصحاح .بیروت: داراحیاء التراث العربی.
13. **فیروز آبادی، محمد بن یعقوب** .1987 .القاموس المحیط .بیروت: دار الجیل.
14. **لوئیس معلوف** .1994 .المنجد .کراچی: دارالاشاعت.
15. **محمد حمید اللہ** .1987 . مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوي والخلافۃ الراشدۃ .بیروت: دار النفائس.
16. **زرقا مصطفی** .1968 .المدخل الفقہی العام .دمشق: مطبعۃ جامعۃ دمشق.
17. **ڈاکٹر وھبہ الزحیلی** .1999 .الفقہ الإسلامی و أدلتہ .دمشق: دار الفکر.
18. **ڈاکٹر یوسف القرضاوی** .2006 . غیرا لمسلمین في المجتمع الإسلامی. اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی.

اردو:

1. **رحمانی، عبدالکریم** ". 2018. اسلام میں والدین کے حقوق اور فرائض ". جامعہ علوم اسلامیہ 20، شمارہ 3: 30-45.
2. **رشید، طارق محمود** ". 2018. اسلام میں حقوق العباد اور اس کے اثرات ". المنصور 27، شمارہ 1: 22-34.
3. **محمود، ظفر** ". 2016. اسلام میں حقوق و فرائض کا باہمی تعلق ". المنہاج 12، شمارہ 3: 45-60.
4. **مدنی، عبدالرشید** ". 2019. توحید اور اس کے تقاضے: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ". مجلہ علوم اسلامیہ 15، شمارہ 2: 20-35.
5. **شبلی نعمانی**. 1898. سیرت النعمان. لاہور: ندوۃ المصنفین.
6. **شبلی نعمانی**. 1899. الفاروق. لاہور: ندوۃ المصنفین.
7. **ڈاکٹر عشرت حسین بصری، پروفیسر نیاز محمد** ". 2015. اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا جائزہ: معاہداتِ نبوی کی روشنی میں ". الایضاح 31، شمارہ 2: 158-177.
8. **عبدالحق، حسام الدین منصوری** ". 2021. فقہ اسلامی کے رُو سے اقلیتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ رواداری: ایک تحقیقی جائزہ Al-Duhaa 2 ".، نمبر 2: 81-94.
9. **عبدالحق، حسام الدین منصوری** ". 2021. انسانی حقوق کا جدید فلسفہ اسلامی تناظر میں Al-Duhaa 2 ".، نمبر 2: 81-94.
10. **غزالی، محمد** ". 2017. اسلامی تعلیمات میں قرآن و سنت کی اہمیت ". جامعہ الازہر 14، شمارہ 2: 45-58.

English Sources:

1. **Audi, Robert.** 1999. "Duty." In The Cambridge Dictionary of Philosophy. 2nd ed., 245. Cambridge: Cambridge University Press.
2. **Bennis, Phyllis.** 1996. Calling the Shots: How Washington Dominates Today's UN. New York: Olive Branch Press.
3. **Fitzen, D. Stanley.** 1977. In Conflict and Disorder: An Analysis of Law and Its Impact on Society. New York: Random House.
4. **Genesis 1:27.** (New International Version).
5. **Griffith, Ralph T.H., trans.** 1896. The Rig Veda. London: Sacred Texts. Accessed August 14, 2024.

6. **John 14:15.** (New International Version).
7. **John 15:13.** (New International Version).
8. **Manu.** 1991. The Laws of Manu. Translated by Wendy Doniger and Brian K. Smith. New York: Penguin Books.
9. **Matthew 5:44.** (New International Version).
10. **Mark 10:43-45.** (New International Version).
11. **Oxford Advanced Learner's Dictionary.** 9th ed. 2015. Oxford: Oxford University Press.
12. **Proverbs 31:8-9; Isaiah 1:17.** (New International Version).
13. **Qizi, Eshquvvatova Mahfuza Qayimjon.** 2023. "Umar Ibn Khttab as the Embodiment of Justice." Horizon: Journal of Humanity and Artificial Intelligence 2, no. 5: 29-31.
14. **Rights, Responsibilities, and Respect: A Balanced Citizenship Model for Schools of Business.** 2024. Journal of Academic Ethics. Accessed August 26, 2024.
15. **Sachedina, Abdulaziz.** 2009. Islam and the Challenge of Human Rights. New York: Oxford University Press.
16. **Singh, Bawa Chhajju, and Lal Dwarka Das.** 1903. The Life and Teachings of Swami Dayanand Saraswati. Lahore: The Addison Press. Accessed June 14, 2024.

Digital Sources:

https://sacred-texts.com/hin/rigveda/rv02012.htm.
https://univerpubl.com/index.php/horizon/article/view/1355.
https://link.springer.com.
https://archive.org/details/dli.ernet.2378